سلسلہ اشاعت و تبلیغ نمبر ۱۳

اِنقلاب انگیز مکتوبؒ

حصّہ دوم

—— مرتّبہ ——

ابو احمد عبد اللہ لودہانوی گوجرانوالہ

—— شائع کنندہ ——

عبد الواسع ناظم شعبہ اشاعت و تبلیغ دار العلوم نعمانیہ گوجرانوالہ



قَالَ النَّبِیُّ الْخَاتَمُ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ

تم میں سے ہر ایک عنداللہ اپنے ماتحت کے بارہ میں جواب دہ ہوگا!

اسلامی حکومت کا مطالبہ

(اور)

اہلِ اسلام اور قائدینِ ممالک اسلامیہ کی خدمت میں

انقلاب انگیز مکتوب

ذاتِ ما آئینہ ذاتِ حق است
ہستیٔ مسلم ز آیاتِ حق است

(مؤلفہ)

لودھانوی

۲۸		
۲۹	دنیا کو سنوارنے کا ذریعہ ایمان	
۳۰	مسٹر گاندھی کا خط	۵۸
۳۱	ہماری اللہ تعالٰے کے حضور میں حاضری	۶۳

فہرست انقلاب انگیز مکتوب

نمبر صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶	تمہید (تحریکِ اسلامی کا روشن مستقبل)	۱
۱۴	عرضِ حال	۲
۱۸	ابتداء مکتوب	۳
۱۹	ہماری طاقت	۴
۲۱	ہماری پستی کا سبب	۵
۲۱	مسلمانوں کا مشن	۶
۲۳	مسلمانوں کا دُنیا میں مقام و مرتبہ	۷
۲۴	زمانے کا تقاضا اور اسلام کی پکار	۸
۲۷	حیرت کی بات	۹
۲۷	اسلام کی عالمگیر بنیادیں	۱۰
۳۰	دنیا اسلامی اُصول کی طرف آرہی ہے	۱۱
۳۲	اسلام کی تنظیم فطرت پر ہے	۱۲
۳۲	اسلام کو دوسرے مذہب پر قیاس کرنا غلط ہے	[illegible]
۳۳	[illegible]	[illegible]

۱۵	مسیحی پاپائیت نے اپنی قوم کو اندھیرے میں رکھا	۳۵
۱۶	مغربیوں کا مذہبی تعصّب	۳۶
۱۷	عالمی مشکلات کا دورِ جدید	۳۷
۱۸	ہر کہ شمشیر زند سکّہ بنامش خوانند	۳۸
۱۹	خالص مادی تہذیب کا نظام	۴۰
۲۰	مادی تہذیب کے ثمرات	۴۱
۲۱	حریت پسندوں اور مسیحیت کی جنگ	۴۱
۲۲	اس شجرِ خبیثہ سے بیزاری	۴۳
۲۳	مذہب کی تلاش	۴۴
۲۴	مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ	۴۵
۲۵	شاہان و قائدانِ اسلام کو خطاب	۴۶
۲۶	قوم کی طاقت خواص ہوتے ہیں	۴۹
۲۷	ایک شبہ کا جواب	۵۳
۲۸	اسلام دُنیا میں زبردست طاقت ہے	۵۵
۲۹	دُنیا کو سنوارنے کا طریقہ اچھے آدمی تیار کرنا ہے	
۳۰	مسٹر گاندھی کا خط	۵۸
۳۱	ہماری اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضری	۶۳

۳۲	سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا	۶۷
۳۳	مسئلہ تقدیر کا بیان	۷۱
۳۴	مومن کامل مشیتِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے	۷۶
۳۵	عود الی المقصود	۷۸
۳۶	عظیم غلط فہمی	۷۹
۳۷	قوانینِ اسلامی اور قوانینِ انسانی میں فرق	۸۴
۳۸	قوانینِ اسلامی کی امتیازی خصوصیات	۸۶
۳۹	مسئلہ تکوین پر شُبہ کا حل	۸۶
۴۰	مسرّت افزا پیغام	۸۸
۴۱	عالمی امن کی بنیاد	۹۱
۴۲	مذہب و سیاست	۸۹
۴۳	تمہید دعوتِ عامہ	۹۳
۴۴	اسلام کی بقا اور تسلسل کے خدائی انتظامات	۹۶
۴۵	کیا موجودہ دَور میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟	۹۷
۴۶	داعی کی ذمہ داری	۹۹
۴۷	دعوت عام کی سہولیت	۱۰۱
۴۸	دعوت و تبلیغ کا عام پروگرام	۱۰۴
۴۹	دعوتِ اسلام صادق قوموں کے نام	//

۵۰	آج بھی عیسائی دنیا کی باگ ڈور پاپائے روم کے ہاتھ میں ہے	۱۱۰
۵۱	لفظ اہلِ کتاب میں تمام قومیں آجاتی ہیں	۱۱۴
۵۲	دنیا میں بگاڑ خدا فراموشی کا نتیجہ ہے	۱۱۵
۵۳	وحدتِ انسانیت اور وحدتِ ادیان	۱۱۸
۵۴	اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ	۱۱۹
۵۵	پیغمبرِ اسلام کی رسالت کا مجموعی اعلان	۱۲۵
۵۶	اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا	۱۳۰
۵۷	اسلامی حکومت کے بنیادی اصول	۱۳۳
۵۸	علماء کا متفقہ بیان	۱۳۴
۵۹	بنیادی اصول کی تعداد	۱۳۵
۶۰	نتائج اصول	۱۴۱
۶۱	حرفِ آخر	۱۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

"تحریکِ اسلامی کا روشن مستقبل"

ماہانہ رسالہ "زندگی" سے جناب وحید الدین خان صاحب کے مضمون کو اخذ کر کے حذف و اضافہ کے ساتھ بطورِ تمہید پیش کرنا مناسب خیال کیا گیا۔

کسی تحریک کی کامیابی کا سوال دراصل یہ سوال ہے کہ جس فکر کو لیکر وہ اُٹھی ہے۔ اور جن راستوں پر اس نے اپنا سفر شروع کیا ہے۔ کیا وہ اس کو کامیابی کی طرف لے جانے والے ہیں؟ اسی لئے ہم اس وقت تاریخ کے چلتے ہوئے دھارے کو موڑنا چاہتے ہیں۔ اور اسی اسکیم (جو زندگی میں تبدیلی پیدا کر سکتی ہو۔ جو وقت کی غالب قوتوں کو شکست دے کر اقتدار کو دوسرے ہاتھوں میں منتقل کرنے کی علم بردار ہو۔ جو انسانوں سے کشمکش کیلئے اُٹھی ہو) مرتب کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے لئے یہی ممکن ہے کہ جس راستہ پر وہ (تحریک) بڑھ رہی ہے۔ اس کا تاریخی تجزیہ کر کے بتایا جائے۔ کہ اس راستہ نے انسانیت کے پچھلے قافلوں کو کہاں تک پہنچایا ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی کا انحصار ہمیشہ تین چیزوں پر رہا ہے:۔

(۱) فطری مناسبت

(۲) وہ دلیل جس کی بنیاد پر وقت کے نظام کو چیلنج کیا جاسکے۔

سب کو معلوم ہے کہ اس وقت سرمایہ داری اور اشتراکیت کے دو نظاموں کے درمیان کش مکش چل رہی ہے۔ اور دونوں نظام اپنی استدلالی قوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

(۳) تیسری چیز جدو جہد ہے۔ یہ دُنیا اسباب و علل کے تحت بنی ہے۔ یہاں کوئی کام بھی کوشش کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔

نظامات کا تاریخی تسلسل یہ ہے کہ ابتدائی نظام (۱) بتوں کے سہارے انسان حکومت کرتا تھا۔ اسلام نے اس نظام کو ختم کر کے (۲) خدائی حکومت قائم کر کے پہلے قسم کی حکومتوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ پھر (۳) نسلی بادشاہت کا زمانہ آیا۔ اس کو جمہوریت (۴) نے مٹایا۔ پھر جمہوریت نے سرمایہ داری کی شکل اختیار کی۔ تو (۵) اشتراکیت ایجاد ہوئی ـــ اب اس دور میں ان دونوں (سرمایہ داری و اشتراکیت) کی کش مکش چل رہی ہے۔ اور دونوں نظام اپنی استدلالی قوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اب ان تینوں حیثیتوں نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ سے جائزہ لے کر دیکھنا ہے کہ ہماری اسلامی تحریک کے لئے ان پر کامیابی کے کیا امکانات ہیں۔ جب ہم اجزاء کا تجزیہ کر کے دیکھتے ہیں۔ تو اسلامی تحریک کامیاب نظر آرہی

ہے۔ کیونکہ اسلامی تحریک نمبر ا فطرت کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے۔
سب انسانوں کی فطرت ایک ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ ۔ ہر پیدا ہونے والا فطرت صحیح پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرت صحیح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس خاص طرز عمل کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کو اختیار کرنے کی صلاحیت ان کے اندر فطرۃً رکھدی ہے۔ انسان کا سانچہ اس ڈھنگ سے بنایا گیا ہے کہ اس میں صرف خدا کا دین ہی ٹھیک بیٹھ سکتا ہے۔ دوسری کوئی چیز بٹھلانے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے گول خانہ میں چوکھنٹی چیز۔

اگر ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارے لئے یہ سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی مخصوص جغرافیائی خطہ میں بسنے والی قوم کا ذہن ہماری تحریک سے ہم آہنگ ہے یا نہیں؟ ہمارا تو ایمان ہونا چاہئے کہ قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک زمین کی پشت پر چلنے والے زمانہ ماضی کے ہوں یا حال کے یا آیندہ پیدا ہونگے ان سب کی ذہنی ساخت سب سے زیادہ جس چیز کی قبولیت کے لئے موزون ہے وہ اسلام ہے؟

سوال۔ پھر ساری دُنیا اسلام کو قبول کیوں نہیں کر لیتی؟

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دین فطرت ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں

کہ اس کے اندر کی مقناطیسی کشش ہے جس کی محض موجودگی سے تمام لوگ اس کی طرف کھنچ آئیں۔ کوئی چیز کسی کے لئے خواہ کتنی قابلِ قبول ہو مگر جب اس کے سامنے لائی جائے گی جب ہی تو وہ اس کو قبول کرسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بعد کے زمانوں میں اسلام اپنی پوری شکل میں دُنیا کے سامنے لایا نہیں گیا۔ اور جہاں کہیں لایا گیا اور قبول نہیں کیا گیا تو وہاں ماحولی اثرات درمیان میں آڑے بن گئے۔ یا عناد اور عصبیت کے سنتری نے دروازہ بند رکھا۔

دنیا کو معلوم ہے کہ ہزار برس پہلے کے دَور میں جب اسلام کو صحیح شکل میں پیش کیا گیا تو آدھی دنیا نے اس کو اختیار کرلیا۔ تاریخ شاہد ہے اور وہ تاریخ شاہد ہے جو کسی منفرد مؤرخ کی تاریخ بالرائے نہیں ہے۔ بلکہ سراسر واقعات پر مشتمل ہے۔ اور اتنی تفصیلات کے ساتھ دنیا کی کوئی دوسری تاریخ اب تک وجود میں نہیں آئی۔ اور غالباً آیندہ بھی نہ آسکے گی۔ کہ جب انسانوں کے ایک گروہ نے قرآنی حل کے مطابق اپنی زندگیوں کو استوار کیا تو ہر شعبہ زندگی میں وہ کارنامے انجام دیئے گئے۔ جو تا قیامت دنیا کے لئے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔ پھر جب اصل شکل میں پیش کرنے کا کام رُک گیا تو لازمی طور پر اسلام کی اشاعت بھی ویسی نہ رہی۔

آج بھی جو غیروں کے سامنے اسلام پیش کیا جا رہا ہے وہ آسمان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ جس میں عقلی سوالات کا کوئی جواب نہیں۔ حالانکہ آج کا انسان کسی ایسے نظام کو اختیار نہیں کر سکتا۔ جو اس کی عقل کو مطمئن نہ کرتا ہو۔ آدمی کی فطرت ہے کہ وہ پہلے ماننے سے جاننا چاہتا ہے۔ اسلام کو ایسی شکل میں پیش کرنے کی آج اشد ضرورت ہے جو انسان کی پوری زندگی سے علاقہ رکھتا ہو۔ اور پیش کرنے میں اس بات کی بھی رعایت رکھیں کہ وقت کا ذہن کس انداز میں سوچتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا اس چیز کو ماننے سے انکار کر دے۔ جو اسی کے اپنے دل کی آواز ہے۔

دوسری چیز یعنے یہ کہ نظام حاضر کے خلاف ہمارے پاس کون سی دلیل ہے جس کی وجہ سے ہم غالب آسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اصل وہ کیا چیز ہے جس کی بنا پر اس نظام حاضر کو غلبہ حاصل ہوا ہے۔ موجودہ نظام جس دلیل کی بنا پر قائم ہے وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مذہب وغیرہ کی نمایندگی کرتا ہے۔ بلکہ وقت کے مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ یا حل کرنا چاہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں شخصی حکمرانی ہوتی تھی اب مقصدی حکمرانی ہوتی ہے۔ یہ دور جس میں ہم رہ رہے ہیں تاریخ کے پچھلے تمام دوروں سے مختلف ہے۔ یہ خالص مادی دور ہے۔ آج کا انسان مابعد الطبیعیات اور روحانیات کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔

وہ صرف یہ جانتا ہے کہ اس کے کچھ مسائل ہیں جنہیں حل ہونا چاہیئے۔ دراصل آج کا انسان صرف تین چیزیں حل کرنا چاہتا ہے۔ امن، انصاف اور خوش حالی۔ وہ انہیں کے بارہ میں سوچتا ہے۔ اور جو نظام اس کو یہ اطمینان دلا دے۔ کہ وہ یہ تین چیزیں اسے دے سکتا ہے اس کو وہ اپنی قسمت سونپنے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ آج ساری دُنیا میں وہی پارٹیاں برسر اقتدار ہیں جو تمدّنی اور سیاسی پروگرام رکھتی ہیں۔ اور زندگی کی مادی بہتری کا نظریہ لے کر اُٹھی ہیں۔ آج کے معرکہ میں وہی کامیاب ہوگا جو دلیل کی طاقت میں دوسرے گروہوں سے آگے بڑھ جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دیگا کہ اس کے پاس جو پروگرام ہے اسی میں انسان کے مسائل زندگی کا حل ہے۔ دنیا اس کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔ اور اپنے معاملات کی سربراہ کاری اس کے سپرد کر دیگی۔

اب وقت کے دوسرے نظاموں کے مقابلہ میں ہم اسلام کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس میدان میں اسے (نظام حاضر کو شکست دے دیں۔ ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اشتراکیت معاش کے مسئلہ کو حل نہیں کرتی۔ بلکہ اسلام حل کرتا ہے۔ جمہوریت چنگیزی کا دوسرا نام ہے۔ اور حقیقی جمہوری نظام صرف اسلام کے ذریعہ قائم ہو سکتا ہے۔ قومی حکومتیں امن کے لئے مستقل خطرہ ہیں۔ پائدار امن صرف اصولی نظام

کے تحت ممکن ہے۔ جس کا سب سے بہتر خاکہ اسلام نے پیش کیا ہے۔ (اس کے متعلق تفصیلی بحثیں مجموعات میں کی گئی ہیں)

بہرحال اگر ہم سیلاب کا رُخ موڑنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اصل دھارے کے آگے بند باندھیں۔ ساحل کے رو برو خواہ ہم دیوارِ چین لا کھڑی کر دیں۔ اس سے سیلاب کا رُخ نہیں پھر سکتا اسی طرح موجودہ نظام کو بھی ہم اسی وقت شکست دے سکتے ہیں۔ جب اس اصل حیثیت میں اس کو رد کر دیں۔ جس حیثیت سے وہ لوگوں کے دماغوں پر چھایا ہوا ہے اس سے ہٹ کر کسی دوسری حیثیت میں خواہ کتنی ہی دلیلیں دی جائیں اس کا یہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ کہ لوگ اپنے اختیار کئے ہوئے نظام کی سچائی پر شک کرنے لگیں۔ اور دوسرے کسی نظام کے بارہ میں غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس وقت ہمارا اصل کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ذہنوں پر حملہ آور ہوں۔ اور یورپ کے درآمد کئے ہوئے نظام پر ان کے ایمان کا خاتمہ کر دیں۔ اس نظام کے اصول اور اس کے عملی نتائج پر ٹھوس تنقید کر کے ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا۔ کہ یہ ان کے کسی مسئلہ کو حل نہیں کرتا۔ (ہم نے اپنے مجموعات میں اس کے نتائج پر مفصل تنقید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ زندگی کے مسائل کو جو نظام حل کر سکتا ہے وہ صرف اسلام ہے)

فیصلے کی یہ بنیاد جو زمانے نے فراہم کی ہے یہ عین ہمارے حق میں ہے۔

ہمارا یقین ہے۔ کہ اسلام دُنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ وہ جس طرح قیامت کے روز نجات دینے والا ہے اسی طرح دنیوی زندگی کے مسائل کو بھی صرف وہی حل کرسکتا ہے۔ اسی لئے ہم مذہبی اور غیر مذہبی دُنیا کے آگے اس کی دعوت پیش کر رہے ہیں۔ وہ زندگی اور موت دونوں مرحلوں میں انسان کا ایک ہی صحیح راہنما ہے۔ اس آسمان کے نیچے صرف ایک ہی حق ہے اور وہ اسلام ہے۔ اس کے سوا جتنے راستے ہیں وہ گمراہی کے راستے ہیں۔ جن میں انسانیت کے قافلے صرف بھٹک سکتے ہیں۔ کسی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ پس یہی یقین ہماری کامیابی ہے۔ جس دن ہم اسلام کی اس حیثیت کو دُنیا کے سامنے نمایاں کردیں گے۔ اسی دن دوسرے باطل نظاموں کا خاتمہ ہوجائے گا۔

آخری سوال جدوجہد کا باقی رہ گیا ہے۔ کہ کیا اب جدوجہد کی ان شرطوں کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ جو کسی جگہ میں اسلامی انقلاب کو ممکن بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ اس سوال کا جواب حالات کو نہیں دینا ہے۔ بلکہ آپکو دینا ہے۔ حالات اور زمانے تو اپنا فیصلہ سناتے آرہے ہیں۔ کہ کسی بھی ملک بلکہ ساری دُنیا میں سب سے بڑھ کر جس تحریک کی کامیابی کا امکان قریب ہے وہ اسلام ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ اس کی جدوجہد کا حق ادا کرنے کے لئے آپ تیار ہوئے ہیں یا نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ سوال خارج از بحث ہے کہ آپ کی تعداد کم ہے یا زیادہ، آپ بے سامان ہیں یا باسامان۔ آپ کو اس سلسلہ میں رکاوٹوں اور مخالفتوں کا سامنا ہوگا یا نہیں، یہ ساری چیزیں اصل مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اب سارا سوال صرف ایک نقطہ پر سمٹ آیا ہے اور وہ یہ کہ آپ اس مقصد کے لئے کتنی قربانی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک اپنے مقصدِ تبلیغ و دعوت کا حق ادا کر سکیں۔ تو ساری رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ دنیا میں بہت ایسا ہوا ہے۔ کہ اقلیتیں کثرت سے بدل گئیں۔ اور بے سامان باسامان بن گئے۔ اور مخالفتوں نے موافقت کی شکل اختیار کر لی۔ آج بھی اس تاریخ کو دہرایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم ان شرائط کو پورا کر دکھائیں۔ جن سے پہلی تاریخوں میں ایسا ہوا تھا۔

اب رہی یہ بات کہ جدوجہد کس طریق پر ہونی چاہئے۔ سب سے پہلا کام لٹریچر کی تیاری ہے۔ کیونکہ اب نئے حالات کے مطابق ہم کو نئے انداز میں اپنی دعوت پیش کرنی ہے۔ جس کے لئے نیا لٹریچر ہونا ضروری ہے۔ ہر زمانہ میں سوچنے کا ایک نیا ڈھنگ ہوتا ہے۔ کچھ دلیلیں ہوتی ہیں، جو زمانہ کے لحاظ سے وزنی سمجھی جاتی ہیں۔ کچھ خاص وقتی مسائل ہوتے ہیں۔ بہر حال جب کہ ہم دنیا میں اپنی دعوت کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ اور مستقبل کو اپنے موافق بنانے کے خواہش مند ہیں تو ہم کو دنیا وی حالات کے مطابق

نیا لٹریچر تیار کرنا ہوگا۔

دوسری چیز ہر ملک کی قومی زبان میں دعوتِ اسلام کی اشاعت ہے۔ ان زبانوں میں وسیع پیمانہ پر اپنے خیالات کی اشاعت اسلامی کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اس سلسلہ میں اُردو یا اور کسی ایک زبان میں جو لٹریچر تیار ہو، وہی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر کام دے سکتا ہے۔ ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ ہر مُسلم اور غیر مُسلم کو الگ الگ خطاب کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور اسلام کی ایک ہی دعوت عمومی انداز میں سب کے سامنے پیش کی جائے۔ آج دُنیا میں کسی ایسے ہی نظریہ کے لئے جگہ ہو سکتی ہے۔ جو پوری دُنیا کو یکساں خطاب کرتا ہو نہ کہ کسی خاص گروہ کو۔

بہرحال اس سلسلہ میں زبانی تقریروں اور لکچروں کے مقابلہ میں لٹریچر کی اشاعت زیادہ مفید ہے۔ تقریر کے مقابلہ میں مطالعہ زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ آدمی اگر زندگی بدل سکتا ہے۔ تو کسی ٹھوس مطالعہ کے بعد ہی بدل سکتا ہے، نہ کہ محض ایک خوش بیان مقرر کے کچھ الفاظ سُن کر۔

حاصل کلام مؤثر انداز میں نیا لٹریچر تیار کر کے اگر ہم اس طرح پھیلا سکیں۔ تو آیندہ چند برسوں میں دعوتِ حق کو دُنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور تحریک بنایا جا سکتا ہے جس کا راستہ روکنا پھر کسی طاقت کے لئے ممکن نہ ہوگا۔" (زندگی رام پور صفر ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ)

عرضِ حال

میں نے پہلے اپنی مملکت کے گورنر جنرل اور وزیرِ اعظم کی خدمت میں ایک مکتوب لکھنا شروع کیا تھا۔ کافی مسودہ لکھ چکا تو خیال ہُوا کہ اس سے تو صرف اپنی ہی مملکت وسلطنت کی اصلاح اور بہبودی ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُنتُم خَیرَ اُمَّتٍ الخ اور ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلدِّینُ النَّصِیحَۃُ اور ویسے بھی اس وقت ساری دُنیا بمنزلہ ایک شہر کے ہو چکی ہے۔ جس کے اندر غیر اسلامی نظاموں کے مفاسد کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ اور ہمارا مقصد تمام دنیا کو دعوتِ اسلام پیش کرنا ہے۔ لہذا اس اہم کام کے لئے تمام مسلمان حکومتوں کو ایک بلاک کی شکل اختیار کر کے متحدہ قدم اُٹھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ تمام عمائدین ممالکِ اسلامیہ و شاہانِ اسلام کیلئے اس مکتوب کو بدل دیا جائے۔

عالیجاہان! آج روئے زمین پر جتنی مسلمان حکومتیں قائم ہیں ان کے اربابِ حل وعقد کے لئے یہ ایک زرّیں موقع ہے۔ کاش وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ایک بڑے کارنامے کا سہرا اپنے سر باندھیں۔ ان کے لئے موقع ہے کہ ہمت اور توجّہ سے کام لے کر وہ مرتبہ حاصل کرلیں جس پر بڑے اتقیاء وصلحا بھی نہیں پہنچ پاتے۔ اس لئے کہ انہیں قوّت واقتدار اور وہ مواقع کار زمانہ کے مناسب احوال حاصل ہیں، جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؛

آیات ۔ قال اللہ العزیز الحکیم :۔

(۱) اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ ۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۴/۷

(۲) وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۱۵/۹

(۳) وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۷/۲۱

(۴) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ۴/۲۶

(۵) وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۵/۲۶

(۶) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

(۷) اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۳/۲۸

احادیث ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ اَوْکَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

(۲) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْھُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ نَجٰی (مشکوٰۃ ص۳۰)

(۳) عن ثعلبۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فَاِنَّ وَرَآءَکُمْ اَیَّامَ صَبْرٍ فَمَنْ صَبَرَ فِیْھِنَّ قَبَضَ عَلَی الْجَمْرَۃِ لِلْعَامِلِ فِیْھِنَّ اَجْرُ خَمْسِیْنَ رَجُلًا یَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْھُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْکُمْ۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۶)

واجب التعظیم حضرات! یہاں بہت سی باتیں کھولنے اور بیان کرنے کے لائق ہیں چونکہ ان باتوں کو ہم نے دوسری جگہ بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا یہاں ضروری اور زیادہ اہم باتوں کو پیش کیا جائے گا۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل اور اس کے وعدے سچے ہیں۔ اور چونکہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ کی ہر ایک بات کو بلا چون وچرا تسلیم کر لینے کا حکم ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی باتوں کے مقابلہ میں اور کسی کی بات حجۃ اور دلیل ہو بھی نہیں سکتی۔

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہا تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے کلمات کون سے ہیں۔ اور کہاں ہیں؟ سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ الناس تک ساری کی ساری اللہ تعالےٰ کی اپنی منہ بولی باتیں ہیں

مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جو تم کو اللہ کا رسول دے اس کو لو اور جس سے تم کو روکے اس سے رُک جاؤ۔

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس کی اپنی کلام، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کا اُسوہ حسنہ اور سیرت پاک کا ایک ایک شوشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی زندگی کے ہر ایک گوشے اور شوشے میں رہنمائی کے لئے یہ دونو چیزیں کافی اور وافی ہیں۔

ہماری طاقت

حضرات! اس علم کی روشنی میں جو قرآن اور سنت اور خیر القرون کے واقعات سے حاصل ہے یہ بات صاف طور پر کہہ دینا ضروری ہے کہ جبتک مسلمان اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طور و طریق کے پابند ہو کر عمل اور تیاری نہیں کریں گے، اگرچہ وہ کسی بھی مادی ساز و سامان سے لیس ہوں، وہ فتح مند اور کامیاب نہیں ہو سکتے اسی مطلب کی تفہیم کے لئے اوپر کی آیات اور احادیث نقل کی گئی ہیں۔ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس

ہے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر وہ ہر چیز سے بے نیاز ہیں۔ اب فرض کرو کہ ہم بے اعتدالیوں اور عصیتوں کے باعث خدا تعالیٰ کی طاقت حاصل نہ کر سکے تو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ اور ہمیں ذلت اور نامرادی سے کون بچا سکے گا۔ اور دنیا کا کون ایسا شخص ہوگا جو ہماری مدد کرے۔ دُنیا کی طاقتیں تو مسلمانوں کو کمزور کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر عالمِ بالا کی طرف سے ہمیں سہارا نہ ملے تو ہمارا انجام معلوم۔ اس طرح اگر خدا تعالیٰ کی طاقت ہمارے لئے سہارا بن جائے۔ اور اس طاقت سے ہمارا رشتہ منقطع نہ ہو۔ تو کس کی طاقت ہے جو ہمیں کمزور کر سکے ؏

دشمن اگر قوی است، نگہباں قوی تر است

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی　　اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

بہرحال، جبکہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور تدبیرات سے بڑھ کر بلکہ ان جیسی کوئی سند اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن حکیم اور سنت کو آپ کے سامنے پیش کیا جانا ضروری ہے۔ ہمیں باری تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کی بتلائی ہوئی تدبیر اور رہنمائی کافی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے اصولِ حیات میں داخل ہیں۔ اسلام کے اصول صاف اور واضح اور بے نظیر ہیں۔ وہ کسی سمجھوتہ (کمپرومائز) یا تحریک وغیرہ کو قبول نہیں کر سکتے۔

ہماری پستی کا سبب

آج ہماری پستی کا اصل سبب یہی ہے کہ ہمارا عمل ان نظریات کے مطابق اور ان اصول کا آئینہ دار نہیں ہے۔ آپ خوب سمجھ لیجئے کہ اقوام عالم کی کشمکش کے اندر ایک روشن پہلو یہ نظر آ رہا ہے۔ کہ خود ان متصادم قوموں کی نگاہوں میں دنیا کے امن و اطمینان کے لئے ان نظریات کا استقبال ضروری ہوتا جا رہا ہے پس نہایت واضح اور غیر مبہم پیشین گوئی یہ ہے کہ جس قدر جلد آپ کا کردار ان اُصولوں کے مطابق اور ان کے معیار پہ صحیح اور درست ہو جائے گا اتنی ہی جلدی دُنیا آپ کو آنکھ کا تارا بنانے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ ؟ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[1]۔ آپ دوسروں کا انتظار نہ کریں۔ آپ کے لئے انتظار درست نہیں۔ کیونکہ آپ تو وہ ہیں کہ ان اُصولوں کی مقدّس امانت عمل کرنے اور عمل کرانے کے لئے آپ کے سُپرد ہوئی ہے۔

مسلمانوں کا مشن

مسلمانوں کو بیدار اور ہوشیار ہو کر اپنے فرض منصبی کا حق ادا کرنا چاہیئے ان کے اوپر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک اہم ذمہ داری کا فیصلہ دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ :۔

---

[1] تم ہی سربلند ہو بشرطیکہ ایماندار ہو جاؤ۔

(١) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(٢) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ ...... تا هُمُ الْمُفْلِحُونَ [له]

آیت نمبر ١ میں مسلمانوں کے ایک مشن مقدس سپرد کرنے کا فیصلہ سنایا گیا ہے۔ تاکہ ان کی ذات سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا جائے۔ وہ مشن یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اچھی باتوں کی ہدایت کریں۔ اور بری باتوں سے روکیں۔ یعنے ان کو بہترین اُمت اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ انھیں اصلاح اقوام کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اور ان پر فرض کیا گیا ہے۔ کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا اصلی کام اور مقصدِ کار سمجھیں پس اگر وہ اس منصب سے گر گئے۔ اور اپنے فرائض کو بھول بیٹھے۔ اور خود ہی اصلاح کے قابل ہو گئے۔ تو وہ خیر اُمت کی بجائے شر اُمت قرار پائیں گے۔ اور اس کی سزا نہیں اسی دُنیا میں ملے گی۔

اور آیت نمبر ٢ میں پھر اسی مشن مقدس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنے مسلمان اس لئے نہیں آئے کہ دوسری قوموں میں ایک اور قوم کا اضافہ کریں۔ بلکہ اس لئے آئے ہیں کہ وہ دُنیا کے قائد بنیں اور اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ ان میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے۔ جو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے۔ اور امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر بالالتزام لگی رہے یعنے مسلمانوں کو داعی بننا چاہیئے۔ دفاعی پوزیشن اختیار نہ کرنی چاہئے۔ پھر

له تم میں سے ایک ایسی جماعت رہے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتی رہے اور یہی جماعت کامیاب

فرمایا کہ اگر وہ اپنے اس مشن کو چلائیں گے۔ تو سربلندی بھی انہیں کو حاصل ہوگی اور وہ کسی جگہ بھی ناکامیاب نہ ہوں گے۔

مسلمانوں کا دُنیا میں مقام و مرتبہ

مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ اس دُنیا میں ان کا مقام کیا ہے؟ خود ان کا بُرائیوں میں ملوث ہو جانا اس قدر حیرت انگیز ہے۔ جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا؟ مسلمان تو بُرائیوں کے مٹانے اور بھلائیوں کو پھیلانے کے لئے آیا ہے۔ اگر وہ خود ہی بُرائیوں میں پھنس جائے۔ تو پھر اقوام کی ہدایت کے لئے کون آئے گا۔ اگر نمک ہی خراب ہو جائے۔ تو اس کی اصلاح کی کیا صورت ہوگی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ٢٦ ع ٦

یعنے خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ اگر تم غفلت یا سُستی کرو گے، تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو اس کام کے لئے کھڑی کر دے گا۔ تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمے کنی؟
منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

زمانے کا تقاضا اور اسلام کی پکار

عمائدینِ ممالکِ اسلامیہ و شاہانِ اسلام سے

شماں در چہ خیالید و زماں در چہ خیال است

آپ حضرات کو اسلام پکار رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ ایک عظیم الشان عالم گیر انقلاب کا پتہ دے رہا ہے۔

سنئیے! زمانے کا تقاضا خدا تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوتا ہے۔ اور اور زندگی کے حالات و اسباب جس نظام کے ماتحت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مصلحت اس نظام کو دنیا میں نافذ کرنا چاہتی ہے، اور یہی اس کی مرضی ہوتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی ہمیشہ اس کے بندوں کے ہی ذریعہ سے دنیا میں عملی جامہ پہنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندوں کے ہاتھ کے اندر کام کرتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم نہیں ہو رہا کہ قومیں اور حکومتیں اس دور سے پہلے جو صرف اپنے لئے سوچا کرتی تھیں۔ اب ساری دنیا اور انسانیت کے لئے سوچ رہی ہیں۔ نظر آ رہا ہے۔ کہ اب مشیتِ الٰہی ساری دنیا کو ایک نظام کے تحت اکٹھا کرنا چاہتی ہے ـــ

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے ؎ یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفق تابی ہے

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا انداز ہے

بہر حال موجودہ زمانے کی رفتار عملاً اس آنے والی ہوا کا پتہ دے رہی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اسلام کی عالم گیریت اب عالم گیر شکل میں شروع ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی مشیت ظاہر ہُوا چاہتی ہے۔ مذکورہ تغیر کے اسباب بہت کچھ فراہم ہو چکے ہیں۔ اسلامی تعلیمات نے تیرہ سو سال کی مدّت میں اقوامِ عالم کی ذہنیتوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ بنی نوع انسان کے دل و دماغ پر اپنا پورا تسلّط و اقتدار قائم کر لیا ہے۔

یورپ کے دھریوں، مغرب کے سائنس دانوں، چین کے صناعوں، اور ہندوستان کے عقلیت پسندوں اور اچھوتوں کا باوجود اپنے قومی اور آبائی مذہب رکھنے کے مذہب، مذہب پکارنا اور مذہب حق کی تلاش میں سرگرداں ہو جانا، ذہنیتوں کا انقلاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر اس انقلاب ذہنیت کے پردہ میں اسلام، اسلام کی صدائیں لگانا اور ہر طرف سے مایوس ہو کر اسلام کے دامن میں پناہ لینا، اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلام نے علیحدہ علیحدہ مختلف خطوں کو اپنی تعلیمات سے سیراب کیا۔ اور اب دُنیا کی ذہنیت میں عالم گیر استعداد و قابلیت پیدا کر کے اس نے یہ راستہ اختیار کر لیا ہے کہ وہ ہمہ گیری کے ساتھ اپنے

فیوض کی بارش عامہ خلائق پر برسائے اور اپنے ہی وسیع دائرہ میں ساری خدائی کو اکٹھا کرے۔ پس یہ انقلاب ذہنیت جو آج نمایاں تر ہو گیا ہے۔ کیا اسلامی تعلیمات اور اس کے منتشر شدہ اصولوں کے سوا بھی کسی چیز کا ثمرہ سمجھا جا سکتا ہے؟

اس بات کی تصدیق و تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ جو عالم گیر تصورات اور اصول و قواعد اقوام متحدہ نے اپنے چارٹر میں پیش کئے ہیں اور اس کے ارکان اپنی تقریروں اور تحریروں میں بیان کر رہے ہیں۔ یعنے وحدتِ انسانیت، انسانی اخوّت، انسانی دوستی، انسانی آزادی، انسانی مساوات، انسانی حقوق، مذہبی آزادی، بین الاقوامی قانون، بین الاقوامی محبّت، عالمی سیاست، بین الاقوامی ادارت، نوعِ انسانی کی بہبودی وغیرہ ان عالمی مقاصد کا تخیل و تصوّر ان لوگوں میں کون سے مذہب و ملّت نے پیدا کیا ہے؟ کیونکہ اسلام سے پہلے بین الاقوامیت کا نعرہ لگا کر کسی بھی ملّت اور قوم نے کوئی مکمل بین الاقوامی پروگرام پیش نہیں کیا جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کی رعایت ہو۔ ایسے عالم گیر اصول تو اسلام، قرآن اور رسولِ عالمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی اور عملی تعلیمات ہی نے دنیا کو دیئے ہیں۔ جنہوں نے اقوامِ عالم کی ذہنوں میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اور ان کے دماغوں اور دلوں پر اقتدار قائم کر لیا ہے۔ اسلام کے ظاہر ہونے کے

زمانہ ہی سے غیر مسلم مذہبی قومیں اپنے اپنے مذاہب اور نظریات میں ترمیم در ترمیم کرتے چلے آرہے ہیں۔

حیرت کی بات

حیرت ہے کہ غیر مسلم دُنیا ان اُصولوں کے عالم گیر اجزا کو تو ماننا چاہتی ہے۔ مگر ان کو اسلام کی طرف منسوب کرکے ماننا نہیں چاہتی۔ گویا مانگ کر لینا نہیں چاہتی، چرا کر اُڑانا چاہتی ہے۔ یا بالفاظِ دیگر خدائی قانون اور مذہب کا نام رکھ کر تسلیم کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ اپنا مفروضہ کہہ کر قبول کرنا چاہتی ہے۔

یہ اندازِ تسلیم اچھا ہو یا بُرا مگر اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آج کی دُنیا، زندگی کی جدو جہد اور شئونِ حیات میں ان اسلامی اصولوں سے کسی طرح بھی مستغنی نہیں ہے۔ اور وہ طوعاً یا کرہاً ان کی طرف جھکنے کے سوا چارہ کار نہیں دیکھتی۔

اسلام کی عالمگیر بُنیادیں

اسلام کی بتائی ہوئی عالم گیر بُنیادوں سے بڑھ کر کوئی نصب العین نہیں ہو سکتا۔

(۱) اس کا عالمی نعرہ لاالہ الااللہ ہے۔

جو تمام انبیاء کرام کا دین ہے جس سے خود ساختہ اور محدود رنگ برنگ کے فرضی خداؤں وطن، قوم، نسل، رنگ، مورت اور مجسمہ وغیرہ کی نفی ہو جاتی

ہے۔ اور حقیقی توحید سامنے آجاتی ہے، جس پر اقوامِ عالم جمع ہوسکتی ہیں۔

(۲) اس کی عالمی سیاست کا اساس خلافت ہے۔

جس سے ملوکیت، شاہنشاہی اور سیاسی آقائی و غلامی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور صحیح قسم کی جمہوریت اور اپنے ہمہ گیر اُصول کے لحاظ سے پوری دُنیا کی بین الاقوامیت قائم ہو جاتی ہے۔ جس سے ٹکڑے شدہ مملکتیں ایک کنٹرول میں آسکتی ہیں۔

(۳) اس کا عالمی قانون ضابطہ کلامِ الٰہی ہے۔

جس سے قانون سازیوں کی تشویشات اور اس کے راستہ سے آنے والی قومی خود غرضیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور باہمی آویزشوں سے تنگ آئی ہوئی پارٹیاں ایک نقطہ پر جمع ہوسکتی ہیں۔

(۴) اس کی عالمی اجتماعیت کا مظاہر بیت اللہ کے ارد گرد جمع ہو کر اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دیتا ہے۔

جس سے بین الاقوامی انتشار اور انفرادیتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور بکھرے ہوئے افرادِ عالم ایک مرکز پر جمع ہوسکتے ہیں۔

(۵) اس کا عالمی مرکز کعبۃ اللہ (خدا کا گھر) ہے، جو نافِ عالم اور مرکزِ حیات و ہدایت ہے۔

جس سے متضاد رخ باشندوں کی تضاد حسی ختم ہو کر ایک رخ کی وحدت اور ہمہ گیری پیدا ہو جاتی ہے۔

(۶) اس کی عالمی عبادت نماز ہے۔

جس میں نہ گھی اور تیل کی ضرورت ہے۔ نہ کسی رسم و صوت کے مواجہہ کی اور نہ کسی خاص عمارت کی۔ خدا کی ساری زمین اس کے لئے مسجد ہے اور زمین کی جنس کا ہر حصہ اس کے لئے پاک و طہور ہے۔ بحر و بر اور فضا ہوا میں ہر جگہ میں رہ کر یہ عبادت ادا کی جا سکتی ہے۔ اور جس کی جماعتی منظّم صورت سے تشتتِ فکر اور شرک فی المقصود کا خاتمہ ہو کر دنیا کے تمام منطقوں کے افراد ایک رُخ پر ہو سکتے ہیں۔

(۷) اس کی عالمی معاشرت کی رُوح اخوّت و مساوات ہے۔

جس سے بناوٹی امتیازات کا خاتمہ ہو کر ایک عالم گیر برادری، بھائی چارہ کی زندگی کا رواج پڑ جاتا ہے۔ اور اخلاقی بین الاقوامیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۸) اس کی عالمی اخلاقیت کا جوہر احترام انسانیت ہے۔

جس سے چھوت چھات اور ذات پات کی پراگندگیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور بلند و پست فرق مراتب کے ساتھ ایک سطح پر آ جاتے ہیں۔

بہر حال اصول مذکورہ سے دیانت، سیاست، معاشرت اور خلاقیت وغیرہ سے تمام ایسی حد بندیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کے رہتے ہوئے عالمی نظام قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ایسے ہمہ گیر حسی اور معنوی نقطے فراہم ہو جاتے

ہیں جن پر مذہبی اور غیر مذہبی قومیں جمع ہو کر ایک قوم بن سکتی ہیں۔
پس اگر بین الاقوامیت پسندوں کو مذہب سے اس لئے گریز ہے کہ عامہ مذاہب کی حد بندیاں تمدّن کی ہمہ گیری میں حارج ہیں۔ تو ان عالم گیر حدود و مذاہب کے بعد جو اسلام نے پیش کی ہیں یہ عذر باقی نہیں رہتا۔ اگر خدا سے بغاوت اور کنارہ کشی مقصود ہے۔ تو اس عذرِ لنگ کا پردہ محض دھوکہ دہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ البتہ سنجیدہ دنیا کے نزدیک کبھی باوقعت اور درخورِ اعتنا، نہیں ہو سکتا۔

دُنیا اسلامی اُصول کی طرف آ رہی ہے

تاہم آج جب دُنیا کی اکثریت طوعاً یا کرہاً خود ہی ان اصولوں کی طرف آ رہی ہے۔ خواہ مذہب پسندی کے رنگ اور اعتقاد و عقیدت کے انداز سے نہ سہی، سیاسی، و تمدّنی انداز ہی سے سہی، تو کوئی وجہ نہیں کہ متعصّب اقوام کی خاطر انھیں دنیا کے سامنے پیش کرنے سے شرمایا جائے۔
یا اگر دنیا لادینی فکر سے بین الاقوامیت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مگر انہی اصول کی مدد سے، تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ دینی فکر سے اسے بین الاقوامیت کی دعوت دینے میں جھجک محسوس کی جائے۔ جو ان اصول اصل کا منشاء اور مقصود ہے۔ بلکہ عام انسانیت کی بہی خواہی اور ہمدردی کا تقاضا ہے۔ کہ

دنیا کی بین الاقوامیت میں سے لادینی تصوّر کو خارج کرنے کی پوری سعی کی جائے کیونکہ اس سے لادینی تصوّر کی بین الاقوامیت (قطع نظر اس سے کہ لادینی جمہوریت اسلام کے اور ہر مذہب کے منشاء کے سرتاسر خلاف ہے) تجربہ کے لحاظ سے بھی دُنیا کے لئے مہلک اور مخرّب ثابت ہو رہی ہے۔

چنانچہ جب سے یہ لادینی تصوّر کی بین الاقوامیت نمودار ہوئی ہے جب ہی سے دُنیا کی بین الاقوامی تخریب و ہلاکت بھی روز بروز قریب ہوتی جا رہی ہے، عالم سے عالمی امن وسکون رخصت ہو چکا ہے۔ دلوں کا چین مٹ چکا ہے۔ اور اعتماد باہمی فنا ہو گیا ہے۔ جو مدنیت صحیحہ کی رُوح ہے۔ بین الاقوامی تحریک لادینی دخل سے بین الاقومی فساد بن کر رہ گئی ہے۔ جس سے کسی قوم میں بھی سُکھ اور چین باقی نہیں رہا۔ دراں حالیکہ بین الاقوامیت پوری دُنیا سے فساد مٹانے کے لئے تھی نہ کہ شر و فساد پھیلانے کے لئے۔ اس لئے صالح بین الاقوامیت بنانے کا ذریعہ دین کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک دیانت و راست بازی کے ساتھ قلوب میں اخلاص اور مظلوموں کی حقیقی ہمدردی نہ ہو گی۔ مشترک جماعتیں بے غرضی سے کام نہیں کر سکتیں۔ اور یہ ہمدردی بغیر خدا پرستی اور نظامِ دین کی تکمیل کے ممکن نہیں ہے۔

بہر حال اُمت کے سامنے دینی معیار سے تنظیم ملت کا پروگرام پیش کیا

جانا اور اسے لے کر عملاً چلنا از بس ضروری ہے جس کی غرض و غایت اسلام کے بین الاقوامی پروگرام پر خود قائم ہو کر دلوں کی سچائی اور خلوص سے اسے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

اسلام کی تنظیم فطرت پر ہے

اسلام کی تنظیم عصبیّت پر نہیں فطرت پر ہے۔ اس لئے قدرۃً نہ تو اسمیں تنگی ہے نہ تعصّب۔ اور ظاہر ہے کہ عالم گیر پروگرام پیش کرنے والا مذہب آلودہ تعصّب و تنگی ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لئے اقوام کی طرف جس قدر اس نے سالمیت و رواداری کا ہاتھ بڑھایا ہے، اتنا کیا اس کا عشرِ عشیر بھی کسی ملّت نے نہیں بڑھایا۔ بلکہ وہ ملتیں جن کا سرمایہ ہی محدود نظریات اور تنگ تنگ حد بندیاں ہوں، عمومی رواداری اور بین الاقوامی سالمیت کا ثبوت دے بھی نہیں سکتیں۔

اسلام کو دوسرے مذہب پر قیاس کرنا غلط ہے

اندریں صورت آج کے دَور میں اسلام کو دوسرے مذہب پر قیاس کر کے یہ کہہ دینا کہ مذہب ایک شخصی اور انفرادی تعلق ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ اسے سیاست و معاشرت سے کوئی واسطہ نہیں۔

بلا شبہ اسلام کی بنیادوں کی تکذیب کر دینا ہے۔ مذہب اور سیاست کی یہ تفریق ان مذاہب پر راست آسکتی ہے جو حقیقتاً اجتماعیت سے خالی رہ کر صرف اعتقاد و عبادت تک محدود ہیں۔ لیکن جو مذہب معاشرت اور سیاست سے لے کر عبادت تک اجتماعیت گیری کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ اور جس نے دنیا کی سیاست میں عالم گیری کا رنگ بھرا ہوا سے انفرادیت کے مذہبوں پر قیاس کر کے محض عبادت کی حدود سمجھ لینا اور اسے صرف بندہ اور خدا کا درمیانی رشتہ کہہ کر پکارنا، اسلام سے ناواقفیت یا محض مصلحت اندیشی کی علامت ہے۔ جیسا کہ اس کے برعکس اسلام کو لادینی اجتماعیوں پر قیاس کر کے اسے محض ایک بین الاقوامی تحریک سمجھ لینا، جس میں بندہ اور خدا کا کوئی درمیانی رشتہ ملحوظ نہ ہو۔ افراط و تفریط اور اس کی تعلیمات سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

تلخیاں

عالی جاہان! یہ تلخ باتیں بھی ظاہر کرنی ناگزیر ہیں۔ کہ قرونِ وسطیٰ کے یورپی حریت پسندوں نے مذہب کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے منہ پھیر لیا۔ اور دیگر ایسے انسانیت نواز نظریات اور اصولوں میں (جو خود انہوں نے ہی مذہبی نظریات اور اصول کے خلاف متبادل وضع کرلئے

تھے اور ان میں کائنات اور انسان کی پیدائش اور بقا کی نئی نئی توجیہات پیش کی تھیں۔ جو ایک ایک اپنی جگہ غلط اور باطل ثابت ہو رہے ہیں) پناہ ڈھونڈنی شروع کر دی۔ جن کا تعلق غلط تجزیئے کی بنا پر مذہب کی بجائے "دہریت یا مادہ پرستی" سے قائم کر لیا تھا۔ یہ لاطینی مسیحیت یا پاپائیت (جس نے صدیوں یورپ کی عقل وادراک پر قبضہ رکھا) کے عالم سوز حرکات کے اثرات ہیں۔

مزید افسوس اس بات کا ہے کہ ان قرون کے یورپی حریت پسندوں نے اپنے مذہب کے ساتھ جذبات انگیز مخالفت کی وجہ سے غور و فکر سے دیگر مذاہب کا مطالعہ کئے بغیر اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کو بھی (جو معاشرت سیاست سے لے کر عبادت تک جماعت گیری کا رنگ لئے ہوئے تھا، اور جس نے دنیا کی سیاست میں عالم گیری کے اصول لئے ہوئے تھے۔ اور جس نے یورپ کو اندھیرگھپ میں خود وہ مشعل دکھائی، جس کے نور سے وہ اب تک جگمگ جگمگ کر رہا ہے، جیسا کہ یورپ کو بھی خود اس کا اعتراف ہے۔ اور جس نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ حلیف ہیں) انفرادیت کے مذاہب پر قیاس کر کے نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو دین اپنے عالم گیر ہونے کا دعوے رکھتا ہو اسے ایسی ہی تعلیمات کا مجموعہ بن آنا چاہیئے جس میں

تمام عالم کے لئے جاذبیت موجود ہو۔ اور وہ ایسا دین ہو جو کسی بھی زمانہ میں کسی صداقت اور حقیقت کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے والے کی تغلیط نہ کرتا ہو۔ پس ایسا دین اور مذہب جو پونے چودہ سو سال سے دنیا میں چلا آ رہا ہے، وہ صرف اسلام ہی ہے۔

مسیحی پاپائیت نے اپنی قوم کو اسلام سے اندھیرے میں رکھا

حیرت کی بات ہے کہ وہ یورپ جس کو مسلمانوں نے ہی انسانیت کا سبق دیا اور نور کی مشعل دکھائی، اس یورپ کو اٹھارہ صدی تک خود ساختہ متعصب مسیحیت اور پاپائیت نے اسلام کی حقیقت اور اصلیت کے سمجھنے سے اندھیرے میں رکھا۔

عیسائیوں نے عربی علوم و فنون کے محض اس کے اوپری خول اور تحقیق و جستجو کے ان خارجی طریقوں کو قبول کیا۔ جو اس پورے نظام اسلامی فکر کا محض ایک جزو تھے۔ انہوں نے اس مکمل دین کے ساتھ (جو جاہلانہ عصبیت اور وطن پرستی اور قوم پرستی کے باعث تھی) سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا۔ جو در اصل اس ملی بیداری کا حقیقی سبب اور منبع تھا۔

علامہ محمد مارما ڈیوک پکتھال ؒ انگریز جس نے اپنے مطالعہ اسلامی کے بعد اسلام قبول کیا، اپنے ایک لیکچر میں (جو ۱۹۲۷ء میں علاقہ مدراس میں جو

اسلام کی حقانیت پر اُنہوں نے دیئے) فرماتے ہیں۔ کہ:۔

اٹھارویں صدی تک مغربی عیسائی یہ نہیں جانتے تھے اور نہ کبھی اُنہوں نے جاننے کی کوشش کی، کہ مسلمانوں کے اعتقادات کیا ہیں اور نہ اُنہوں نے مسلمانوں کے متعلق مشرقی عیسائیوں کے خیالات معلوم کرنے کی کوشش کی عیسائی چرچ پہلے ہی دو حصّوں میں منقسم تھا۔ اور آخر میں بقول مسٹر گبن نوبت یہاں تک پہنچی کہ مشرقی عیسائیوں نے اپنے عیسائی بھائیوں کی حکومت کے مقابلہ میں (جو انھیں رومن کیتھولک طریق قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے یا مار ڈالتے تھے) مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دی۔ کیونکہ وہاں انھیں اپنے عقائد پر قائم رہنے اور ان کے مطابق مذہبی رسوم بجالانے کی پوری آزادی حاصل تھی۔

مغربیوں کا مذہبی تعصب

مغربی عیسائی مسلمانوں کو توہم پرست بے دین بلکہ بت پرست تک کہتے تھے۔ بہت سی کتابوں میں مسلمانوں کے متعلق مذکور ہے کہ وہ ایک بت مہمت یا محاؤنڈ کی پرستش کرتے تھے۔ فتح غرناطہ کے بیان میں اس عظیم بت کا حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے جسے ان کے خیال میں مسلمان پوجتے تھے۔

موصوف مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو

اچھی طرح معلوم تھا کہ عیسائیت کیا ہے۔ اس کا اسلام سے کیا اختلاف ہے۔ اگر ان دنوں یورپ کو بھی اسلام کا اتنا علم ہوتا، جتنا مسلمانوں کو عیسائیت کا تھا تو صلیبی جنگوں کا وہ طوفانِ جنوں جو زیادہ تر مذہبی تعصب پر مبنی تھا ظہور پذیر نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کا باعث سو فی صدی غلط فہمی تھی۔ اسی قسم کے کئی ایک بہتان مسلمانوں پر لگائے گئے ہیں، جن کو بوجہ قلت گنجائش ترک کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر ڈریپر یورپین معرکہ مذہب و سائنس میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یورپ کے مسیحی مصنفین نے ہر مضمون پر قلم اٹھاتے وقت خواہ تاریخی ہو یا مذہبی یا سائنسی جب اپنے فاتح مخالفین کا ذکر کیا ہے تو اسی طرح زہر اگلا ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے۔ کہ جس چیز میں وہ منفعت کا پہلو نہ نکال سکیں اسے چھپائیں۔ اور جس چیز کو چھپا نہ سکتے ہوں اس کی تنقیص کریں۔

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کے کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

مناسب ہے کہ اس بات کو یہاں چھوڑ کر اور ضروری باتوں کو بیان کیا جائے۔

عالمی مشکلات کا دورِ جدید

حضرات! ہمارا یہ موجودہ زمانہ عالمی مشکلات کا دورِ ثانی ہے۔ اس

وقت جو بھی مشکلات اور مفاسد تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا اصل منبع اور مرکز یورپ ہے۔ اور یہ تمام مادہ پرستی اور لادینی نظریوں، سیکولرزم اور اشتراکیت کے درختِ خبیث کی پیداوار ہیں۔ اور یہ فلسفہ اور سائنس کے غلط استعمال کے ثمرات ہیں۔

ہر کہ شمشیر زند سکّہ بنامش خوانند

سائنس اور فلسفہ درحقیقت ایک مؤثر آلہ اور قوت ہے۔ جن کو حق اور باطل دونوں کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مگر جو سائنس دان اور فلاسفر خدا اور مذہب کے بنیادی اُصولوں سے منحرف تھے۔ انہوں نے سائنس وغیرہ کو اپنے مطالب کے لئے استعمال کیا اور ان کے ساتھ دُنیا کی بڑی طاقتیں ہیں۔ اور دنیا کا یہ دستور ہمیشہ سے رہا ہے کہ ؎

ہر کہ شمشیر زند سکّہ بنامش خوانند

یعنے اس کا فیصلہ مانا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں طاقت و قوت ہو۔ اور طبعاً انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں دُنیا کی دولت اور قوت جاہ بھی ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکوہ کیا تھا کہ۔

رَبَّنَا اِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ الآیہ

اس مادی ساز وسامان سے مرعوبیت کا علاج اور حل یہ ہے کہ یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ حق خود معیارِ شرافت ہے اور دولت و قوت سے زیادہ معنویت اسی میں ہے۔ اور پھر حق کی ترویج اور دنیا میں اس کو قائم کرنے کے لئے سائنس اور دیگر ذرائع کو کام میں لایا جائے۔ تاکہ دنیا میں امن و سلامتی قائم ہو۔

دوسری جگہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ کائنات کے آثار کا مشاہدہ اور ان کے اسرار کی تحقیق اور ان کے کلی قوانین کی دریافت، ان مظاہر پر غور و فکر اور ان کو ترتیب دے کر قیاس و برہان کے ذریعہ سے نتائج کا استنباط، کوئی چیز بھی مذاہب آسمانی کی ضد نہیں ہے۔ علمی تحقیقات، ایجادات اور ارتقائی حالات، تقسیم اقوام اور تفریق مذاہب اور حق اور باطل میں اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ مادی ذرائع اور علمی ترقیات کی ضرورت جتنی باطل کو ہے، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ حق کو بھی ہے۔ اور شیطان بھی ان کا ہی محتاج ہے جتنا ایک کلمہ حق کا داعی ہے۔

بہر حال جب تک اس مصائب و مشکلات کے درخت کو جڑ سے نہیں اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ اس کی شاخوں کی اصلاح کرنے میں اپنا وقت اور محنتوں کو ضائع کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ یہ وہ فلسفہ اور سائنس کے مجموعے کا درختِ خبیث ہے جس نے مغرب میں نئی تہذیب کو پیدا کیا۔ اور پھر یہی تہذیب باقی دنیا میں پھیلی۔ جو کچھ آج کل ساری دنیا میں فساد

بگاڑ پھیلا ہوا ہے۔ یہ اس درخت کی پھیلی ہوئی شاخوں کے پھل ہیں۔ یہ خدا کے وجود سے انکار یا اس کی کائنات کے نظام میں غیر ذمہ دار ہونے کے نظریہ پر پھیلے مغرب میں بویا گیا تھا۔ یہ وہ فلسفہ و سائنس ہے جس نے مغربی تہذیب کو پیدا کیا۔ اس میں نہ کسی علیم و قدیر خدا کے خوف کی گنجائش ہے نہ نبوت اور وحی والہام کی ہدایت کا کوئی وزن۔ نہ موت کے بعد، کسی دوسری زندگی کا تصوّر۔ نہ حیات دُنیا کے حساب کتاب کا کوئی کھٹکا۔ نہ انسان کی ذاتی ذمہ داری کا کوئی سوال۔ نہ زندگی کے حیوانی مقاصد سے بالاتر کسی مقصد اور کسی نصب العین کا کوئی امکان۔

خالص مادی تہذیب کا نظام

یہ خالص مادی تہذیب ہے۔ اس کا پورا نظام خدا ترسی۔ راست روی صداقت پسندی حق جوئی۔ اخلاق۔ دیانت۔ امانت۔ نیکی۔ حیا۔ پرہیزگاری اور پاکیزگی کے ان تصوّرات سے خالی ہے جن پر مذہبی تہذیب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس کا نظریہ مذہب کے نظریہ کی بالکل ضد ہے۔ اس کا راستہ، اس راستہ کے عین مخالف سمت میں ہے، جو مذہب نے اختیار کیا ہے۔ مذہب جن چیزوں پر انسانی اخلاق اور تمدّن کی بنیاد رکھتا ہے۔ ان کو یہ تہذیب بیخ و بن سے اُکھاڑ رہی ہے۔ اور یہ تہذیب جن بنیادوں پر انفرادی سیرت

اور اجتماعی نظام کی عمارت قائم کرتی ہے، ان پر مذہب کی عمارت ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ گویا مذہب اور مغربی تہذیب دو ایسی کشتیاں ہیں جو بالکل مخالف سمتوں میں سفر کر رہی ہیں، جو شخص ان میں کسی ایک کشتی پر سوار ہو گا لا محالہ دوسری کشتی کو چھوڑنا پڑے گا، اور جو بیک وقت ان دونوں پر سوار ہو گا، اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔

مغربی تہذیب کے ثمرات

مغربی تہذیب نے جس غلط استعمال کردہ فلسفہ اور سائنس کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ وہ پانچ چھ سو سال سے دہریت، الحاد، لامذہبی اور مادہ پرستی کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ جس تاریخ میں پیدا ہوئی، اسی تاریخ سے مذہب کے ساتھ اس کی لڑائی شروع ہو گئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خلاف عقل و حکمت کی لڑائی ہی نے اس تہذیب کو پیدا کیا۔ حالانکہ صحیح فلسفہ و سائنس اور حکمت کی تحقیقات اور کائنات کے آثار کا مشاہدہ اور ان سے نتائج کا اخذ کرنا، کوئی چیز بھی مذہب کی ضد و مخالف نہیں ہو سکتی، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

حریت پسندوں اور مسیحیت کی جنگ

اصل بات یہ ہے کہ نشاۃ جدید کے عہد میں جب یورپ کی نئی علمی تحریک رونما ہوئی تو اس تحریک کا مقابلہ ان مذہبی عیسائیوں سے ہوا جنہوں نے

اپنے مذہبی معتقدات کو قدیم یونانی فلسفہ وحکمت کی بنیادوں پر قائم کر رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس مذہب کی بنیاد ایسے فلسفہ وحکمت وغیرہ پر رکھی جائے جو تغیّر پذیر چیزیں ہوں، ایسا مذہب نئی ارتقائی تحریکوں کے مقابلہ میں کب ٹھہر سکتا ہے۔ پس جب ان مذہبی لوگوں نے اس نئی علمی تحریک کو قوّت سے روکنا چاہا، تو یہ تحریک جو ایک حقیقی بیداری سے پیدا ہوئی، تشدّد سے دبنے کی بجائے اور بڑھتی چلی گئی، حتیٰ کہ حُریّتِ فکر کے سیلاب نے مذہبی اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بعد نفسِ مذہب خواہ وہ کوئی مذہب ہو اس تحریک کا مدِّمقابل قرار دیا گیا۔ اور نئی تحریک کے علم برداروں نے لازم سمجھا کہ خدا یا کسی فوق الطبیعت ہستی کو فرض کئے بغیر کائنات کے معمے کو حل کیا جائے۔ اور ہر اس طریقہ کو خلافِ حکمت قرار دیا جائے جس میں خدا کا وجود فرض کر کے مسائل کائنات پر نظر کی گئی۔ بہرحال خدا۔ روح۔ روحانیت اور فوق الطبیعت کے خلاف ایک تعصّب پیدا ہو گیا جو عقل و استدلال کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ سراسر جذبات کی انگیختگی کا نتیجہ تھا وہ خدا سے اس لئے بیزار تھے۔ کہ وہ ان کی آزاد خیالی کے دشمنوں کا معبود تھا۔ ورنہ وہ خدا سے اس لئے بیزار نہ کرتے تھے کہ دلائل و براہین سے اس کا عدم وجود اور عدم وجوب ثابت ہو گیا تھا۔ بعد کی پانچ صدیوں

میں ان کی عقل و فکر اور ان کی جدوجہد نے جتنا کام کیا، اس کی بنیاد یہی غیر عقلی جذبہ تھا۔

غرضیکہ وہ تخم جو مغرب کی نشاۃِ ثانیہ کے زمانہ میں بویا گیا تھا چند صدیوں کے اندر تمدن و تہذیب کا ایک عظیم الشان شجر بن کر اُٹھا۔ جس کے پھل میٹھے مگر زہر آلود ہیں۔ جس کے پھول خوشنما مگر خاردار ہیں جس کی شاخیں بہار کا منظر پیش کرتی ہیں۔ مگر ایسی زہریلی ہوا اُگل رہی ہیں، جو نظر نہیں آتی۔ اور اندر ہی اندر نوع بشری کے خون کو مسموم کئے جا رہی ہے۔

اس شجر سے بیزاری

لیکن اب اہلِ مغرب بھی اس شجر سے جس کو اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا، بیزار ہیں۔ اس لئے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی الجھنیں اور پریشانیاں پیدا کر دی ہیں جن کو حل کرنے میں ہر کوشش بہت سی الجھنیں پیدا کر دیتی ہے۔ جس شاخ کو کاٹتے ہیں، اس کی جگہ بہت سی خاردار شاخیں نکل آتی ہیں۔ سرمایہ داری پر تیشہ چلایا تو اشتراکیت نمودار ہو گئی۔ جمہوریت پر ضرب لگائی تو ڈکٹیٹر شپ پھوٹ نکلی۔ اجتماعی مشکلات کو حل کرنا چاہا تو نسوانیت پھوٹ نکلی، اور برتھ کنٹرول کا ظہور ہوا۔ اخلاقی مفاسد کا علاج کرنے کے لئے قوانین سے کام لینے کی کوشش کی، تو قانون شکنی اور

جرائم پیشگی نے سر اُٹھایا۔ غرض فساد کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو تہذیب و تمدن کے اس درخت سے نکل رہا ہے۔ اور اس نے مغربی اور غیر مغربی زندگی کو از سر تا پا مصائب و آلام کا ایک پھوڑا بنا دیا ہے۔ جس کی ہر رگ میں ٹیس اور ریشے میں سوکھن ہے۔ مغربی قومیں درد سے بیتاب ہو رہی ہیں ان کے دل بیقرار ہیں۔ اور ان کی روحیں کسی امرت رس کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ مگر انہیں خبر نہیں کہ امرت رس کہاں ہے۔ ان کی اکثریت ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ کہ مصائب کا سرچشمہ اس درخت کی محض شاخوں میں ہے۔ اس لئے وہ شاخیں کاٹنے میں اپنا وقت اور محنتیں ضائع کر رہی ہے۔ مگر نہیں سمجھتی، کہ خرابی جو کچھ بھی ہے اس درخت کی جڑ میں ہے۔ اور اصل فاسد سے فرع صالح نکلنے کی اُمید رکھنا صرف خوش فہمی ہے۔ پس ان شاخوں کو کاٹنے کی بجائے اس درخت کی جڑ پر کلہاڑا چلانا ضروری ہے۔ ورنہ جڑ سے پھر نت نئی شاخیں پھوٹتی رہینگی۔ اور ان کا پھیلاؤ قابو سے باہر ہوتا جائے گا۔ (تفہیمات بتغیر ما)

مذہب کی تلاش

عالیجاہان! یہی وجہ ہے کہ مذہب کا انکار جسے اب تک روشن خیالی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر شخص صاحب نظر بننے کے لئے بزعم خویش مذہب

کی تردید ضروری جانتا ہے۔ یورپ کے اعلیٰ طبقوں میں لسے اب کورمیتی سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ یورپ میں مذہب کی ضرورت کا آج کل اہلِ فکر کو شدید احساس ہورہا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انسانیت کو بچنا ہے۔ تو اس کی یہی صورت ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی مذہب تلاش کریں اور ظاہر ہے کہ یہ مذہب وسیع ترین مفہوم انسانیت کا ہی حامل ہوسکتا ہے۔

مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی بیداری فرسودہ مذہب کی بیخ کنی سے شروع ہوئی تھی۔ لہٰذا ان کو اب ایسے مذہب اور شجرِ طیب کی تلاش ہے۔ جس کی اصل بھی صالح ہو اور شاخیں بھی صالح۔ جس کے پھول خوشبودار بھی ہوں اور بے خار بھی جس کے پھل میٹھے بھی ہوں اور جان بخش بھی۔ جس کی ہوا لطیف بھی ہو اور روح پرور بھی۔ جہاں ان کو حکمت ملے۔ جہاں ان کو فکر و نظر کے لئے ایک صحیح نقطہ کا آغاز ملے۔ جہاں ان کو وہ علم ملے جو انسانی سیرت کی بہترین تشکیل کرتا ہو۔ جہاں ان کو وہ روحانیت ملے جو راہبوں اور سنیاسیوں کے لئے نہیں بلکہ کارزارِ دنیا میں جدوجہد کرنے والوں کے لئے سکونِ قلب و جمعیتِ خاطر کا سرچشمہ ہو۔ جہاں ان کو اخلاق اور قانون کے وہ بلند اور پائدار

قواعد ہیں۔ جو انسانی فطرت کے علم حادی پر مبنی ہوں۔ اور خواہشاتِ نفس کے اتباع میں بدل نہ سکتے ہوں۔ جہاں ان کو تہذیب و تمدن کے وہ صحیح اصول ملیں، جو طبقات کے جعلی امتیازات اور اقوام کی مصنوعی تفریقوں کو مٹا کر خالص عقلی بنیادوں پر انسانی جمعیت کی تنظیم کرتے ہوں اور عدل و مساوات، فیاضی، اور حُسنِ معاملت کی ایسی پُرامن اور مناسب فضا پیدا کر دیتے ہوں جس میں افراد اور طبقات اور فرقوں کے درمیان حقوق کی کش مکش اور مفاد و مصالح کے تصادم اور اغراض و مقاصد کی جنگ کے لئے موقع باقی نہ رہتا ہو۔ بلکہ سب کے سب باہمی تعاون کے ساتھ شخصی و اجتماعی فلاح کے لئے خوش دلی اور اطمینان کے ساتھ عمل کر سکیں۔

یہ ہے وہ "امرت رس" اور وسیع ترین مذہب اور "شجر طیب" جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہ کہاں ملیگا؟

اس کا جواب صرف ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ ایسا وسیع اور بلند ترین مذہب اور ایسا امرت رس اور شجرِ طیب صرف اسلام ہی ہے۔ جس کا ثانی اور مثل کوئی نہیں ہو سکتا۔

شاہانِ اسلام و قائدینِ ممالکِ اسلامیہ

یہاں تک جو کچھ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ صرف

اس لئے تھا، کہ فی الجملہ موجودہ اور قدرے سابقہ دنیا کے حالات آپ کے علم میں آجائیں۔ اور ان حالات کے ہوتے ہوئے جو ذمہ داریاں خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ اور بندوں کی جانب سے آپ حضرات پر عائد ہو رہی ہیں۔ ان کو یقینی اور ضروری سمجھ کر اس فرصت میں جو اس وقت آپ کو دنیا میں حاصل ہے۔ اور مذکورہ ذمہ داریوں کے پورا کئے جانے کا آپ سے خصوصی مطالبہ ہے، اس کا تدارک فرمائیں۔

حضرات! ہمیں غیر اسلامی ملکوں سے بحث نہیں۔ کیونکہ ان پر غیر مسلموں کے قبضے ہیں۔ ہمیں تو ممالک اسلامیہ سے بحث ہے، کہ بہرحال ان کے درو بست مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور مسلمان کہلانے والی قومیں ان کا انصرام کریں گی۔ اگر ان ممالک کی آزادی، اسلام کی آزادی، اسلام کے علمبرداروں کی آزادی، شعائر اسلام کی آزادی ہے، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو حقیقی مسلمان بنائے۔ اور شریعت کو زندہ کر کے مسلمانوں سے اس کی پیروی کا مطالبہ کرے۔ تو یہ آزادی قابلِ تحسین اور سزاوار صد فخر و مباہات ہے۔

مدتوں سے مسلمانوں کا مذہبی نظام ٹوٹ چکا ہے مسلمان منتظر ہیں کہ نظام اسلامی کا احیاء ہو۔ اور پھر سے گلشنِ اسلام میں بہار آئے۔ خصوصاً ہمارا پاکستان اقاموا اللّٰہ وادامھا جس کا مطالبہ ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ اس میں قرآن و سنت کے اصولوں پر اسلامی حکومت قائم کی جائے گی۔

کاش ہمارے خواب کی تعبیر ہو۔ اور ہماری عظمت رفتہ کو واپس لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے صالح اور مصلح بندے تمکین فی الارض کے سزاوار بن کر اسلامی نظام کا مینار روشن کریں۔ تاکہ ان پر

اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔	بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

کا ارشاد صادق آئے۔

ممالک اسلامیہ اور خصوصاً پاکستان کو جانچنے کا صرف ایک ہی معیار ہے

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (الحج ۴۱)	وہ لوگ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت دیں تو نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اچھی باتوں کا حکم کریں اور بُری باتوں سے روکیں۔

شاہانِ عالی شان و قائدینِ کرام! مسلمانوں سے جو مطالبہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اس کا پیش کیا جانا آپ کے سامنے ضروری ہے سنئے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں۔ کہ :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اہل امر و حکام، ان کی اطاعت کرو

اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ نے پہلے اپنی پھر محمد رسول اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ خاص آپ حضرات کے بارہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ، یہ آیت ابھی پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ اور نفاذ احکام شریعت کے اولین مخاطب آپ حضرات ہیں۔ اور باقی مسلمان آپ کے مطیع ہیں۔ اور نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ (الحدیث)	ہر ایک شخص اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے اور اس کی نسبت پوچھا جائے گا

قوم کی طاقت خواص ہوتے ہیں

مشہور یہ ہے کہ قوم کی طاقت اس کے عوام ہوتے ہیں لیکن اس حدیث شریف سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی طاقت اس کے عوام نہیں ہوا کرتے بلکہ اس قوم کے خواص اور بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو راہیں بناتے ہیں۔ اور قوم کو ان راہوں پر چلاتے ہیں۔ ان کی ہر روش ہر بات اپنی پشت پر دماغ، دولت، عزت اور حکومت کی طاقتیں رکھتی ہے

اور قوم کو طوعاً و کرہاً انہی کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ پس یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ قوم کی اصل طاقت اس کے عوام نہیں، بلکہ خواص ہوتے ہیں۔ قرآن کی اصطلاح میں انہیں "مترفین" کہا گیا ہے۔ انہی پر قوم کے بننے اور بگڑنے کا مدار ہوتا ہے۔ اور ان کی راست روی پوری قوم کی راست روی اور ان کی گمراہی پوری قوم کی گمراہی پر منتج ہوتی ہے۔ جب کسی قوم کی بہتری کے دن آتے ہیں تو ان میں ایسے خواص پیدا ہوتے ہیں، جو خود راہِ راست پر چلتے اور پوری قوم کو اس پر چلاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ۔ ۲۱/۷	اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔

اور جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں۔ تو اس کے بگاڑ کی ابتداء اس کے خواص سے ہوتی ہے جن کی گمراہی اور فسادِ اخلاق سے آخر ساری قوم ضلالت اور بدعملیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ قرآن میں ہے:۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا۔ ۱۷/۱	اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے، اور اسے برباد کر دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام اپنی قوم کے ایسے ہی بڑے لوگوں کو بالاصل مخاطب کرتے ہیں۔ اقوام القرآن کے حالات کے جاننے والوں پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کہ قوموں کے بڑے لوگوں نے جب انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالٰے کے احکام کو ٹھکرایا تو ساری کی ساری قوم کو خدائی گرفت نے پکڑ لیا۔

ہم اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہماری قوم کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر گوشے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کرے۔ اس کے حق میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ آپ کے سامنے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی عقل و فکر سے باہر نہیں ہیں، اس وقت آپ حقائق کا سامنا کریں۔ اس وقت ملک کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ ملک کے قانون اور عدالتی نظام کو شریعت اسلام کی بنیادوں پر استوار کریں۔ چونکہ آپ حضرات میں سے بھی ہر ایک اپنے دائرے میں رعیت کے راعی ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں آپ خدا و خلق کے سامنے مسئول اور جوابدہ ہیں۔

بہر حال ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومتیں شریعت اسلامیہ کی طرف لوٹیں اور اپنے اپنے ممالک محروسہ میں نظام کو فوراً شریعت

کی بنیادوں پر استوار کریں مسلمان ہونے کی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالٰے کے قانون اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی حکمرانی اور بالادستی بطیب خاطر تسلیم کریں مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فطری حق ہے :۔

فَطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ اللہ کی فطرت جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ ہے دین محکم۔

سیاسی واجتماعی شوکت واستقلال کا کوئی دوسرا مظہر اس کا بدل اور قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

اس بارے میں آخر خوف ویاس ہمیں کیوں لاحق ہو؟ کیا آج ہم انسانیت کی خدمت سے بالکل عاجز آچکے ہیں؟ حالانکہ کل تمام دنیا میں علم وعرفان کی روشنی پھیلانے والے ہم تھے۔

پس اب وقت آگیا ہے کہ ان فاسد افکار و نظریات کو ختم کیا جائے مصلحین علمائے اسلام کے لئے یہ موقعہ شرمانے کا نہیں۔ بلکہ آگے بڑھ کر کام کرنے کا ہے۔

جو لوگ اسلامی نظام کے بارہ میں قسم قسم کے شبہات اور رکاوٹیں پیش کرتے ہیں۔ وہ دراصل نظام اجتماعی اسلامی کو پنپنے دینا نہیں چاہیئے۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں مطلق اباحیت اور بے قیدی

کے خواہش مند ہیں۔ وہ دوسروں کی جان ومال اور عزت وناموس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اس اندیشے نے ان کی نیند حرام کر رکھی ہے کہ کہیں اسلام کی قربان گاہ پر سب سے پہلے انہیں بھینٹ نہ چڑھا دیا جائے۔

محترم المقام حضرات! موجودہ وقت میں جیسا کہ نظریہ کے طور پر غیر مسلموں کے سامنے اسلام پیش کرنا آپ کے ذمہ ہے۔ ویسا ہی اسلامی نمونے کا قائم کرنا بھی آپ پر ہی عائد ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں کام بآسانی آپ کر سکتے ہیں۔ دوسرا کبھی نہیں سکتا۔ کیونکہ دعوتی اور تبلیغی جماعتوں کو تیار کر کے اس کام پر لگانا، اور ایسے ہی نظام اسلامی کے لئے مثالی نمونے کا قائم کرنا، وہ بھی آپ کے اپنے اپنے ملکوں میں آپ حضرات کے احکام اسلامی جاری کرنے اور ان پر تعمیل کرانے پر موقوف ہے۔

ایک شبہ کا جواب

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ خیر قرون میں معاشرہ میں تربیت یافتہ تھا۔ امانت اور دیانت کا پیکر تھا۔ اس لئے یہ سب چیزیں اس زمانہ میں چلی گئیں۔ آج ایسے آدمی کہاں سے آئیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو عام معاشرہ کا حال اب سے بھی زیادہ گندہ اور خراب تھا۔ ظلم وجور، قتل وغارت،

بے حیائی اور فحاشی عام تھی۔ نظامِ اسلام اختیار کرنے ہی کی یہ برکات تھیں کہ اصلاح اس درجہ میں پہنچ گئی۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر ہماری طرح یہی سوچتے، کہ اس فضا میں یہ نظام جاری نہیں ہو سکتا۔ تو نظامِ سلطنت تو کیا، صرف کلمہ اسلام کا پھیلانا بھی ممکن نہ ہوتا۔

آج بھی اگر انہیں خطوط پر نظامِ حکمرانی کا مدار رکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ کی اصلاح نہ ہو اور دیانتدار آدمی نہ ملیں۔

نظامِ اسلام خود ایک کیمیا ہے۔ جو بدوں کو بھلا اور غنڈوں کو متقی بنا دیتا ہے۔ ہاں یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ حکومت کے تمام کاروبار تو عریانی، فحاشی، بدمعاشی، رشوت، جھوٹ کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔ اور بڑے سے بڑا عہدہ اور اعزاز بڑے سے بڑے بدکار کو ملتا ہے

اور پھر بھی معاشرہ میں غلبہ دیانت اور امانت کا رہے۔ نظام اور طریقہ کا رُخ ذرا اسلام کی طرف بدل کر دیکھئے کہ لوگ جوق در جوق اسلامی اخلاق و کردار کی طرف آتے ہیں۔ اور نصرت خداوندی کس طرح معاشرہ کا رُخ اسلام کی طرف پھیر دیتی ہے۔

اللہ تعالےٰ اور فرشتوں کی امداد کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میدانِ بدر و حنین وغیرہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ قرآنی اعلان کے مطابق وہ صرف صبر و تقویٰ کے دو اصول پر مبنی تھی۔ آج بھی کسی قوم میں یہ وصف پائے جائیں، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی امداد ہر وقت نظر آئے گی ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اسلام دُنیا میں زبردست طاقت ہے

اصلی وجہ تو یہ ہے کہ اس کی پُشت پر خُدائی طاقت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدائی طاقت کا مقابلہ کوئی طاقت بھی نہیں کرسکتی۔ دنیا اپنی مادی طاقتوں میں خواہ کتنی بھی ترقی کر جائے، خدائی تدبیر اور طاقت کے آگے ہیچ ہے۔ لیکن اس طاقت کا اظہار خدا کی طرف سے مشروط ہے۔ اور ان شرائط کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے، اور وہ واقعات بھی بیان فرما دئے ہیں، جن میں اس کی امداد اور طاقت کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے آیندہ کے لئے بھی فیصلے اور وعدے فرما دئے ہیں کہ میری طرف سے ان شرائط کے ساتھ ہمیشہ نصرت اور

امداد ملتی رہے گی۔ بلکہ شرائط میں بھی نرمی فرما دی ہے۔ کہ جب تک اصحاب رسول اللہؐ کے جذبہ اسلامی میں سے دسواں حصہؓ بھی بعد کے مسلمان میں پایا جائے گا، تو وہ کامیاب رہیں گے۔

ایک مرتبہ تاریخ اسلام کے سب سے بڑے اور کامیاب ترین جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ کہ :-

"ہم تھوڑے ہونے کے باوجود بہت ہیں، جب ہم اللہ کی مدد کے مستحق ہوں۔ اور بہت ہونے کے باوجود تھوڑے ہونگے جب ہم گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق نہیں ہونگے۔"

کاش ہم اب بھی ایمان کی طاقت کے راز کو سمجھ لیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان قلیل ہونے کی وجہ سے مغلوبہ نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر جب تعداد میں بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل ہو ان کو کسی میدانِ جنگ سے فرار جائز نہیں ہے۔ بہت سے واقعات اور تاریخی روایات اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ سینکڑوں مسلمانوں نے ہزاروں غیر مسلموں کو، اور ہزاروں نے لاکھوں کو شکست فاش دی ہے۔ آنحضرت صلعم کے وقت ہزار مسلمان اسّی ہزار سے لڑے ہیں۔ غزوۂ موتہ میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے سے

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

بلکہ ہمارے لئے تو شرائط میں مزید نرمی فرما دی گئی ہے۔ یعنے جبتک اصحاب رسول اللہ صلعم کے جذبہ اسلامی میں سے دسواں حصّہ بھی بعد کے مسلمانوں میں پایا جائے گا تو وہ کامیاب رہیں گے۔ بلکہ ایک حدیث سے تو پچاسواں حصّہ بھی ——— معلوم ہو رہا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں ابتدائے مکتوب میں نقل کی جا چکی ہیں۔ دیکھو حدیث نمبر ۲، اَنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ (الحدیث) اور نمبر ۳ فَاِنَّ وَرَاءَكُمْ اَيَّامَ صَبْرٍ۔

حضرات۔ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ کی محبّت اور جذبہ اسلامی گنہ گار مسلمان میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ بہت سے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (الحدیث) میں آیا ہے۔

اور ایک وجہ بھی ہے کہ اسلام، فلسفہ یا سائنس کا کوئی ایسا نظریہ نہیں ہے۔ جو آج حق ہے۔ تو کل باطل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اسلام الہام کا دوسرا نام ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کے بنیادی عقیدے اور نظریئے اٹل ہیں اور دنیا کی ہر ترقی ان نظریوں کے تحت ممکن ہے۔

عالیجاہان! دُنیا کو سنوارنے کا طریقہ اچھی چیزیں بنانا نہیں۔ بلکہ اچھے آدمی تیار کرنا ہے۔ مقصد سلف کا مذاق پیدا کرنا، اور اس مذاق پر ظاہری

لے کس قدر حیرت اور موجب حسرت ہے کہ آج غیر اقوام اور ان میں بھی وہ مشرک قومیں جو علم شرائع اور کتب سماویہ سے کلیتہً خالی اور بے بہرہ ہیں۔ ہمارے اسلاف کرام کے اُسوہ کو اپنے لئے فلاح تصوّر کرتے ہیں۔ اور خود مُسلمان جن کو قدرت نے اس اُسوہ کی میراث کا حقیقی وارث بنایا تھا ان سے بیگانہ ہیں اور مُنکر اقوام کے نمونوں میں اپنی فلاح ڈھونڈیں۔

مسٹر گاندھی کا خط

یہ کچھ کم عبرتناک بات ہے کہ ہندو قوم کا بڑا لیڈر مسٹر گاندھی آنجہانی کانگرسی وزراء کو سادگی و تواضع اور لا امتیازی کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ "کیا تم کو تاریخ عالم کی ان درخشاں شخصیتوں کی زندگیاں یاد نہیں، جن کو دُنیا ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ فاروق کے نام سے جانتی ہے۔ دُنیا بھر کی دولت ان کے قدموں پر پڑی تھی، مگر ان کے استغناء اور بے نیازی میں کوئی فرق نہ آیا۔ کل دُنیا کی تاریخ ٹٹول جاؤ مگر تمہیں صدیق اور فاروق جیسی تابناک ہستیاں مشکل سے نظر آئیں گی۔ عمرؓ کے پاس دولت کے جزائر تھے۔ مگر انہوں نے آخر وقت تک اپنے رفقاء کار کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ روم و شام کی سرسبز وادیوں میں پہنچ کر اپنا موٹا جھوٹا لباس اُتار ڈالیں۔ اور اس کی بجائے قاقم و سنجاب زیب تن کریں۔ کانگرسی وزراء کو بھی اسی نمونہ پر عامل ہونا چاہیئے" (مدینہ۔ ۲۵ر جولائی ۱۹۳۷ء)

سامان اور مادی وسائل مہیا کرنا ہے۔ کہ اس کے بغیر صحیح نتائج پیدا ہونے کی صورت نہیں ہے۔ یہ نظریہ کہ حضور علیہ السلام جنگوں میں وہی سامان اور ایسے ہی اسلحہ لے کر تشریف لائے تھے جیسے مخالفوں کے ہوتے تھے۔ نہ عقلی ہے نہ تاریخی۔ ہر قوم اپنے مزاج کے مطابق سامان کرتی ہے۔

مسلم قوم کا اصل مزاج، سامانوں پر توکّل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ اور اپنی عبدیت کے پیشِ نظر، یا نفس کو فی الجملہ تسلّی دینے کے لئے کسی حد تک وسائل اختیار کر لینا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ اختیار کیا جاتا ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے نصرت و مدد طلب کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ نہ کہ اس قدر ظاہری سامان کو مقابلہ کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور مدد نازل ہونے کے واسطے ایک پردہ اور حجاب تصوّر کیا جاتا ہے۔ سنت اللہ چلی آرہی ہے کہ وہ اپنے کرنے کے کام ظاہری اسباب و ذرائع کے حجابات میں کرتا ہے۔

پس ہمارے لئے اس قدر کافی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قدم اُٹھائیں جس طرف بھی اُٹھائیں، البتہ مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ ہونا ضروری ہے۔ یہی ہماری تاریخ ہے اور یہی ہمارا مزاج ہے۔ دوسری اقوام کے مزاجوں کی رعایت میں غرق ہو جانے یا مرعوبیت کے ساتھ

اقوام کی نقالی یا آج کی متحدہ اقوام کی مادی ترقی کو اُسوہ یا نمونہ بنا کر اس کے معیار پر اپنے کو جانچنے سے یہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مصارف جنگ کی قلت و کثرت کے بارہ میں صاحب شریعت کا فرمان ہے۔ کہ:۔

اِنَّکُمْ لَنْ تَسَعُوْهُمْ بِاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ تَسَعُوْهُمْ بِاَخْلَاقِكُمْ۔ (الحدیث)	یعنے تم دنیا کی اقوام پر اپنے مال و دولت (وسائل مادی) سے غلبہ نہیں پا سکتے اپنے اخلاق (وسائل روحانیہ) سے غالب آ سکتے ہو

یعنے تعلق باللہ اور رابطہ عبد و معبود جو ہر قوت سے بڑھ کر قوت ہے اگر اسلحہ اور سامانِ جنگ کی قلت کے ساتھ روحانیت، قوتِ یقین، توکل، صبر، تقویٰ اور استقامت اور موتِ شہادت کی محبت کا جوش ہو۔ اور انسان اللہ کا سپاہی بن کر میدان میں آجائے، تو اس کے سامنے بڑے بڑے سامان والی فوجیں نہیں بڑھ سکتیں۔

بزرگانِ محترم القدر! پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ کا دُنیا میں مقام کیا ہے، اور آپ پر کیا کیا اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے احکام دیئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو ساری دنیا کے لئے قائد بننے کا حکم ہے اور ان کی سربراہی آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ پس آپ عظمائے اسلام مل کر متحد و متفق ہو کر اپنا ایک بلاک بنائیں۔

اس میں بہت سے فوائد ہیں :۔

(۱) باہم تعاون سے اپنے مسلم ممالک کی اصلاح کرنی ہے۔

(۲) اپنی اسلامی قوت کو ایک جگہ مجتمع کرنا ہے۔

(۳) اسلام کو علمی اور اخلاقی صورت میں دوسروں کے سامنے پیش کرنا ہے۔

(۴) متفق و متحد ہو کر آئینی طور سے اپنے حقوق و مطالبات کو حاصل کرنا ہے۔

(۵) اپنی آواز و مطالبہ میں قوت پیدا کرنا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا[1] بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

بہ ہر حال اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے تمام خطرات سے بے خوف ہو جانا چاہیئے۔ اس وقت کسی بھی حکومت سے جنگ و پیکار کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسلام کو صرف علمی اور عقلی اور عملی معیار پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے اپنے اپنے ممالک اسلامیہ میں احکام شریعت کو نافذ فرمائیں اور تمام غیر اسلامی آئین اور رسوم کو اور خواہش و منکراتِ شرعیہ کو تدریجاً دور کریں۔

حضرات! تمام ایسے شعبوں اور ذرائع کو جن کی آمدنی مشکوک

---

[1] اللہ کی رسی اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑ لو۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اگر تم اللہ کے دین

اور حرام ہے تدابیر سے بند کر دینا چاہئے۔ یہ چیزیں مسلم معاشرہ کے اخلاق حسنہ اور اعمالِ صالحہ کو برباد کرنے والی ہیں۔ منکراتِ شریعت انسانیت صالحہ کو تباہ کر دیتے ہیں۔ مغربی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

پند گیر از مصائب دیگراں　　　تا نہ گیرند دیگراں بہ تو پند

بہرحال غیر اسلامی دنیا کو دعوتِ اسلام پیش کرنے سے پہلے شاہانِ اسلام و قائدینِ ممالک اسلامیہ بفحوائے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[1] اپنے اپنے ممالک کی انفرادی طور پر اور متحدہ بلاک کے ذریعہ سے تمام ممالک اسلامیہ کی بین الاسلامی اور اجتماعی طور سے اصلاح شروع کر دیں۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نظامِ اسلام خود ایک کیمیا ہے۔ جو بدوں کو بھلا اور غنڈوں کو متقی بنا دیتا ہے...... نظام اور طریقہ کا رُخ ذرا اسلام کی طرف بدل کر دیکھئے، کہ لوگ کس تیزی سے جوق در جوق اسلامی اخلاق و کردار کی طرف آتے ہیں۔ اور نصرت خداوندی کس طرح معاشرہ کا رُخ اسلام کی طرف پھیر دیتی ہے۔ کیا آپ حضرات کو معلوم نہیں کہ اسلامی دنیا کی طرف سے جگہ جگہ سے اسلامی نظام کے فوری قائم کرنے کے تقاضے ہو رہے ہیں۔

---

[1] پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہو سکے۔

ہماری اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری

آئیے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں۔ اور اس بارہ میں اس کے ارشادات کو سُنیں۔ کیا یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے؟ :-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (النساء ۶۵)

پس تیرے رب کی قسم وہ نہیں ایمان لا سکتے جب تک کہ وہ تجھے حکم نہ بنا لیں اپنے متنازعہ فیہ معاملات میں۔ پھر وہ اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں تیرے فیصلے پر اور سرِ تسلیم خم نہ کریں۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۔ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ ۶-۵)

کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور کون ہے بہتر اللہ سے فیصلے میں یقین رکھنے والوں کے لئے۔

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم

اور یہ کہ تم فیصلہ کرو ان کے مابین اس کے مطابق جسے اللہ نے اُتارا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے چوکنے رہو مبادا تمہیں بہکا دیں تم پر اللہ کے نازل کردہ بعض احکام سے اگر وہ منہ

بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ۔ موڑیں تو جان لو کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں پر عذاب دینا چاہتا ہے

اور یقیناً لوگوں میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں۔

ان آیات کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر ہیں۔ ...... وہی ظالم ہیں...... وہی فاسق ہیں!

یہ تو ہیں کلی اور مجموعی احکام، لیکن ان کے علاوہ قرآن میں بہت سے تمدنی، تجارتی، فوجداری، بین الملی اور اسی قسم کے دوسرے احکام جو جزئیات سے متعلق ہیں، اور ان کی تفصیل و تائید احادیث صحیحہ میں ملتی ہے ان تمام احکامات کی غرض یہی ہے کہ مسلمان ان پر عمل پیرا ہوں۔ اور اپنے تنازعات کا فیصلہ ان کے مطابق کریں۔

اب اگر آپ اپنے ملکی دستور پر نگاہ ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ ان کا ماخذ اور سرچشمہ کتاب و سنت نہیں۔ یورپ کے ممالک کے دساتیر و قوانین ہیں جو صریح طور پر اسلام سے متصادم و متناقض ہیں۔

پس ہم شاہانِ اسلام اور قائدینِ ممالک اسلامیہ سے خدا تعالےٰ کے نام پر جس کے قبضہ میں ہماری اور آپ کی جان و نجات ہے، درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس تضاد اور تناقض کو دور کر کے مسلمانوں کو اس

گرداب بلا سے نجات بخشیں۔ اور اعمال و عقائد کے اس ٹکراؤ کو ختم کر دیں۔
اس قسم کی باتیں کہ اسلامی قوانین کا اجراء ناممکن ہے، اس لئے کہ بین الاقوامی نظام کی جکڑ بندیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتیں وہ لوگ پیش کرتے ہیں، جو خود خواہشاتِ نفسانی اور اپنی ذاتی اغراض کے نظامِ اسلام کو مخالف یقین کرتے ہیں۔ یا وہ لوگ ہیں جو مرعوب الذھن اور خام العزم ہیں۔ اور ان کی خودی اور خود داری مرچکی ہے۔ ہمارے سامنے ایسی اولوالعزم قوموں کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے اپنے مخصوص نظامات کے احترام پر ساری دنیا کو مجبور کر دیا۔ اس معاملہ میں فیصلہ کن شے حکومت کی قوتِ ارادی اور قوم کی عملی استعداد ہوا کرتی ہے۔ ہماری قوم اللہ تعالےٰ کے فضل سے اب بھی ہر مشکل کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ ہم زندگی کی جملہ ناگزیر ضروریات خود پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس بارہ میں ہمیں اغیار کا دستِ نگر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہمارے ارادے مضبوط ہو جائیں، تو ہم اقوامِ عالم کے علی الرغم اپنے اتحاد و اتفاق سے کسی کے بھی دستِ نگر نہیں ہو سکتے۔ پس سب سے پہلے ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بننے کی ضرورت ہے ؎

اے مسلماں مُردن است ایں زیستن ... تا کجا بے غیرتِ دیں زیستن
از حدودِ مصطفےٰ بیروں مشو ... شکوہ سنج سختیٔ آئیں مشو

می شود از وے دو عالم مستنیر
ہر کہ باشد سخت کوش و سخت گیر

می کند از قوتِ خود آشکار
روزگارے نو کہ باشد سازگار

بر کند بنیاد موجودات را
می دہد ترکیبِ نو ذرّات را

گردشِ ایام را برہم زند
چرخِ نیلی فام را برہم زند

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست

مثلِ حیواں خوردن آسودن چہ سود
گر بخود محکم نۂ بودن چہ سود

خویش را چو از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی جہاں برہم زنی

چیست مُردن از خودی غافل شدن
تو چہ پنداری فراقِ جان و تن

بندۂ آزاد را آید گراں
زیستن اندر جہانِ دیگراں

حضرات! دُنیا میں کوئی سوال لاینحل نہیں ہے۔ بشرطیکہ کسی قوم اور حکومت میں اسے حل کرنے کا سچا عزم موجود ہو۔ ایک ایسا گروہ جو اپنے اصول کا محافظ و پاسبان ہوتا ہے۔ وہ ان کو قائم کرنے کے لئے سَو راہیں ڈھونڈھ نکالتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اپنی دُنیا آپ بنانے کا ولولہ موجود ہو۔ اور خودی اتنی زندہ ہو کہ دوسروں کے در پر اصول و افکار کی گداگری کی ذلت گوارا نہ کر سکے یہ اوصاف اگر کسی گروہ میں نہیں ہیں۔ تو اس کے لئے اس آسمان کے نیچے حقیقی آزادی نہ پہلے کبھی تھی اور نہ آئندہ کبھی ہو گی۔

مسلمانوں کے تین بڑے دشمن

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھے خلقِ خدا غائبانہ کیا

گستاخی معاف! دروغ برگردنِ راوی، الجمعیتہ دہلی ۲۹ مئی ۱۹۶۲ء میں ایک مقالہ سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ اس میں سے ذیل کے اقتباسات پیش ہیں:-

بیروت کے ایک فاضل ڈاکٹر مصطفےٰ خالد نے بیان دیتے ہوئے کہا، کہ مسلم ممالک میں عوام کے سب سے دشمن تین ہیں:-

(۱) استعماری طاقتیں جو ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے ان ممالک پر حکومت کر رہی ہیں، اور فوجی، اقتصادی بہانے سے ان کی گردنوں پر مسلّط ہیں۔

(۲) عیسائی مشنری اور ان کی دسیسہ کاریاں ہیں۔ یعنے وہ خادمانِ قوم، یا محبِ انسانیت مبلغ جو عوام کو تعلیم دینے کے بہانے یونیورسٹیاں، کالج، ہسپتال اور تفریحی اور علمی انجمنیں قائم کرتے ہیں۔ اور چور دروازوں سے داخل ہو کر بچّوں کے عقائد اور خیالات پر بُرا اثر ڈالتے اور انہیں مغرب کی خوبیوں کا گرویدہ بناتے ہیں۔

(۳) وہ حاکم جاگیردار خدیو اور پاشا جو مسلمان ہیں۔ مگر غیر ملکی

طاقتوں کے آلۂ کار بنے ہوئے اپنے ملک کی جہالت اور مفلسی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور جنہوں نے ایک معنی میں اپنے ملک اور اپنے عوام کو مغرب کے ہاتھوں فروخت کر رکھا ہے۔

اور کہا کہ جہاں تک غیر ملکی طاقتوں کا تعلق ہے ان کا تسلط مسلم ممالک پر بالکل ظاہر ہے۔ نہر سویز اور سوڈان پر قبضہ، عراق، شرقِ اُردن اور یمن پر تسلط۔ الجزائر اور ٹیونس پر قابو۔ حتیٰ کہ ترکی کے دروبست پر حاکمانہ اقتدار، اور اس کی داخلہ اور خارجہ پالیسی پر گرفت ...... مگر سچی بات یہ ہے کہ اصل فساد ان جاگیرداروں اور حاکموں کا ہے۔ جنہوں نے باہر کی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر کے اپنے لئے تو عیش و راحت کے سامان کر لئے ہیں۔ مگر عوام کو بھوکا مار رہے ہیں۔ یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ ان کے عوام بھوکے اور ننگے ہیں۔ اور ان کا معیارِ زندگی حیوانوں کے مماثل ہے۔ مگر وہ ان کا کوئی خیال نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ انہیں تعلیم بھی نہیں دیتے۔ کہ مبادا روشن خیال بن کر وہ اپنی حالت کو سدھار اور جاگیرداروں کو گرانے پر آمادہ ہو جائیں اور بیدار ہو کر اپنے بھلے کا خیال کرنے لگیں۔ ان کا خیال تو یہ ہے کہ ان کی جاگیرداریاں اور حکمرانیاں مغربی طاقتوں کی بدولت ہی قائم رہیں...... اور عوام کو کچل کر اپنا مطلب نکالتے رہیں......

ان ممالک کی آمدنیاں ملک کے تعمیری کاموں میں صرف نہیں ہوتیں بلکہ یہ بے پناہ رقم حکمران خاندانوں کے گل چھرے اُڑانے میں کام آتی ہے۔ اور ان کے عوام اپنی ضروریات کے لئے ترستے ہیں۔۔۔

بہرحال یہ گھر کے خدیو اور پاشا مغربی طاقتوں کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ آج مُسلم ممالک اسی لئے پست ہیں۔ کہ وہاں کے اُمراء خود انہیں پست رکھنا چاہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ جاگیردار اور پاشا مُسلم ممالک کے لئے باعث فخر نہیں، بلکہ باعثِ ننگ ہیں۔ کیونکہ باہر کی طاقتیں انہیں جس طرح چاہتی ہیں، اپنے لئے استعمال کرتی ہیں۔

رہا تیسرا گروہ "مشنری ادارے" سو وہ مُسلم عوام کے مذہب، تمدّن، افکار و خیالات سب پر اثر ڈال رہے ہیں، تاکہ وہ اگر عیسائی نہ ہوں تو صحیح معنی میں مسلمان بھی نہ رہ سکیں۔! افسوس ہے کہ لوگ ان باتوں کو سرسری نظر سے دیکھتے ہیں، ان کی گہرائیوں پر نظر نہیں رکھتے۔ حالانکہ تمام مصیبتوں کا اصل علاج ہی یہ ہے کہ پہلے گھر کی صفائی ہو، اس کے بعد باہر والوں پر توجہ دی جائے۔ یہ پہلا کام بہت مشکل ہے۔ اور اس پر قابو پانے سے دوسرا کام بھی قابو میں آسکتا ہے۔"

بلکہ جن ممالک اسلامیہ کی حکومتیں جمہوریت کی مدعی ہیں۔ ان کے عمائدین بھی استعماری طاقتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ سے اپنے عوام پر مسلّط ہیں۔ اپنے خلاف جائز تنقید کرنے والوں کی زبانوں کو بند کرنے کے لئے قسم قسم کے بہانوں سے ان کی آزادی کو سلب کیا جا رہا ہے۔ اور حق کی آواز بلند کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھوس دیا جاتا ہے۔ یا ان کی زبانوں کو بند کیا جاتا ہے۔ ایسے ممالک کے عوام بھی ناگفتہ بہ حالات میں ہیں۔

افسوس کہ آج کی اکثر اسلامی سلطنتوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں۔ اور منکرات و فواحش کو قانوناً جاری کیا ہوا ہے۔ اور غیر مسلموں کے خود ساختہ قوانین کو اپناتی جا رہی ہیں

اسلام پر مصیبتیں آئیں۔ مگر اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ تھی ؂

اِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ ٭ وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَۃُ اَعْظَمُ[1]

سچ فرمایا تھا مسند آرائے حجاز حضرت اعظم الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اُمت میں پہلے عمل اُلٹے گا پھر فہم۔ ارشادِ نبوی ہے:۔

کَیْفَ بِکُمْ اِذَا فَسَقَ فِتْیَانُکُمْ وَ طَغٰی نِسَاءُکُمْ قَالُوْا وَاِنَّ ذٰلِکَ لَکَائِنٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ نَعَمْ وَاَشَدُّ۔

تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بے حکمی کرینگے اور تمہاری عورتیں آزاد ہو جائیں گی (یعنے عمل اُلٹ ہو جائے گا کہ تقویٰ کی بجائے فسق و فجور ہونے

[1] اگر تو نہیں جانتا یہ مصیبت ہے، اور اگر جانتا ہے تو یہ بڑی مصیبت ہے۔

لگے گا) سب نے حیرت سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ایسا وقت بھی آتا ہے؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی سخت۔

كَيْفَ بِكُمْ إِذَا لَمْ تَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَلَمْ تَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ قَالُوا وَإِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَأَشَدُّ۔ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَمَرْتُمْ بِالْمُنْكَرِ وَنَهَيْتُمْ عَنِ الْمَعْرُوفِ۔ (الحدیث)

تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب اچھی باتیں بتلانا چھوڑ دو گے اور بُری باتوں سے روکنا ترک کر دو گے، حیرت سے سب نے عرض کیا کہ کیا یہ بھی ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی سخت، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بُری باتیں تو بتلانے لگو گے اور بھلائی سے روکو گے۔

یہ فہم کا اُلٹ جانا ہے کہ بھلائی بُرائی نظر آنے لگے اور بُرائی بھلائی معلوم ہو۔ لیکن اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ جب ایسا ہونا ہی مقدر ہو چکا ہے۔ تو پھر مسلمان کیا کر سکتے ہیں؟

مسئلہ تقدیر کا بیان

تقدیر کا معنی و مطلب ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

یہ ٹھیک ہے۔ مگر یہ بھی تو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ فلاں

معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہے؟ اس کے متعلق ہم نے دوسری جگہ اطمینان بخش تحقیق نقل کی ہے۔ یہاں خوفِ طوالت سے اس کو ترک کر دیا گیا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ جب ہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے۔ جس شخص کو اس کا علم نہیں تو اس کو تقدیر کا بہانہ لے کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہمت ہارے کی طرح بیٹھ جانا آدمیت اور عقلمندی کی بات نہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے جدوجہد کا مطالبہ کیا ہے۔ اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی[1]۔ یہ ہر انسان کے حق میں فیصلہ ہے۔ پس انسان نے خود بننا ہے جیسا بھی بننا ہے۔ خدا نے جبراً اس کا کچھ نہیں بنانا۔ یہ بھی ایک خدا ہی کا فیصلہ ہے۔

تو اس نے ..... جو کچھ بننا ہے، اس کے لئے جدوجہد کرنی لازمی ہے۔ اگر اس نے اچھا بننا ہے تو خود اچھائی کے ذرائع ہاتھ میں لائے۔ اور خدا تعالیٰ سے اس کا شوق ظاہر کرے اور طلب کرے۔ پھر خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ میری امداد و مدد بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔

لیکن اگر اس نے بُرا بننا ہے تو اگرچہ خدا اس کو پسند نہیں کریگا،

[1] انسان اپنی کوشش ہی سے عوض حاصل کرے گا۔

مگر اس کی جدوجہد کے درمیان آڑے نہیں آئے گا۔ اور نہ اس کی طاقت اور بُرائی کے ذرائع کو سلب کرے گا۔ کیونکہ یہ جبر ہے۔ اور لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[1] کے منافی ہے۔ البتہ شیطان بُرائی میں اس کا مددگار ہو جائے گا۔ یہ بھی خدا کا فیصلہ ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر کے مسئلہ کو عمدہ پیرایہ سے سمجھایا ہے جس کو علامہ شبلی نعمانی رحؒ نے سیرت مولانا رومؒ میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ تقدیر کو بہانہ بنا کر یہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں :-

مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأ لَمْ یَکُنْ۔ یعنے جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بندہ مجبور ہے، خود کچھ نہیں کر سکتا ۔۔۔ فرماتے ہیں حالانکہ یہ حدیث بھی جدوجہد اور ترغیب کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ پس بندے کو چاہیئے کہ اپنی کوشش سے خدا کو راضی کرنے کی جدوجہد کرے۔ مثلاً اگر غلام شاہی کو یہ کہا جائے کہ جو کچھ وزیر چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو اس کے یہ معنے ہونگے، کہ وزیر کو خوش رکھنے کے لئے جہاں تک ہو سکے ہر طرح کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ کامیابی اور

---

[1] دین میں زبردستی نہیں۔

حصول مقصد تمہارے ہاتھ نہیں، بلکہ اس کا سررشتہ وزیر کے ہاتھ میں ہے، اس لئے بغیر سعی اور کوشش کے کام نہیں چل سکتا۔

اسی طرح نفی تدبیر اور اختیار کے لئے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ کہ:-

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ اَدْ بِمَا کَائِنٌ۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے دن لوحِ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ لہذا کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔

بے شک یہ بھی سچ ہے۔ مگر اس کا معنی وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے طے ہو چکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ نیک ہوگا اور بدی کا بد ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

بلکہ آں معنی بود جف القلم ۔۔۔ نیست یکساں نزد او عدل و ستم
فرق بنہادم میانِ خیر و شر ۔۔۔ فرق بنہادم زبد واز بدتر
معنے جف القلم ایں کے بود ۔۔۔ کہ جفا ہا با وفا یکساں شود
بادشاہے کہ بہ پیشِ بختِ او ۔۔۔ فرق نبود از امین و ظلم خو
فرق نہ کند ہر دو یکساں باشدش ۔۔۔ شاہ نبود خاک تیرہ بر سرش

بہر حال اسلام تقدیر پرستی نہیں سکھاتا۔ آپ متعجب نہ ہوں۔ باوجود ان تمام باتوں کے جو مسلمانوں کی تقدیر پرستی کے متعلق مشہور

ہیں۔ اسلام ان معنوں میں ہرگز تقدیر پرست نہیں۔ جو عام طور پر اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام آدمی کو یہ نہیں کہتا کہ وہ حالات کو ایک ضروری برائی کے طور پر قبول کرے۔ بلکہ وہ اسے حکم دیتا ہے کہ وہ حالات کے بہتر بنانے کے لئے مرتے دم تک کوشش جاری رکھے۔ تقدیر کا بہانہ بنا کر ہاتھ پیر توڑ کر نہ بیٹھے۔ مسلمان تو برائیوں کو مٹانے کے لئے تقدیر الٰہی ہے۔ اس کو ناامید نہیں ہونا چاہیئے ؎

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں — تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے
گر ز یک تقدیر خوں گردد جگر — خواہ از حق حکم تقدیر دگر
تو اگر تقدیر نو خواہی رواست — زانکہ تقدیراتِ حق بے انتہاست
رمز باریکش بحرفے مضمر است — تو اگر دیگر شوی او دیگر است
خاک شو نذرِ ہوا سازد ترا — سنگ شو بر شیشہ اندازد ترا
شبنمی افتندگی تقدیر تست — قلزمی پایندگی تقدیر تست

یہ تبدیلی چونکہ تدریجی ہوتی ہے، اس لئے جس حد تک انسان میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی تبدیلی کے مطابق اس پر قانونِ مشیت وارد ہو جاتا ہے — لیکن یہ تبدیلیاں کیونکر پیدا کی جائیں، اس کی تدبیر یہ ہے کہ ؎

پیش مردے مقبلے پایندہ شو — ہر چہ می جوئی از و یابندہ شو؟

مومن کامل مشیتِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے

اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ فلاں معاملہ میں مشیتِ الٰہی کیا ہے۔ خیر و شر میں تقدیرِ الٰہی یعنے اللہ تعالےٰ کا متعین فرمودہ پیمانہ کیا ہے؟ تو اب صرف یہ دیکھ لیجیے، کہ اس باب میں اس مردِ مومن کا طرزِ عمل کیا ہے جس کی سیرت ساز فطرت سے ہم آہنگ ہے "خیر" جسے وہ اختیار کرلے" شر" وہ جس سے وہ اجتناب کرنے کا حکم دے ۔

پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر　　امر و نہی او عیارِ خیر و شر

یہ ایک مومن کا آخری مقام ہے جو قرآن و سنت کی کامل اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کی عملی شکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں ملتی ہے۔ وہ جس قدر اطاعت کوش ہوتا جاتا ہے اسیقدر اس کے اختیارات کی دُنیا وسیع ہو جاتی ہے ۔

در اطاعت کوش اے مردِ شعار　　می شود از جبر پیدا اختیار

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مومن کی تقدیر (یعنے اللہ تعالےٰ کا فیصلہ اس کے حق میں) کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ مومن ہر باطل پر غالب آئے گا۔ کافر کی تقدیر یہ ہے کہ وہ مومن کے مقابلہ میں شکست کھائے گا۔ قرآن نے کہا ہے :۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔ — اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمادیگا۔

أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ — تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

یہ ہے مؤمن کی تقدیر اور اللہ تعالےٰ کا فیصلہ۔ اگر اس کا ادنیٰ نمونہ دیکھنا چاہو تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کو دیکھ سکتے ہو۔ وہ مومن کی مجسم تقدیر تھے۔ پس جو مؤمن خالد بن ولیدؓ جیسا بنے گا وہ بھی خدا کی مجسّم تقدیر ہوگی۔

خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ کارِ دنیا سے کارِ دین مشکل ہے۔ تقوی فروشیوں اور محض عبادت گذاریوں کی نشر و اشاعت سے متبعین کی تعداد میں اضافہ کرلینا دین نہیں ہے۔ ہاں جانکاہ خدمت گذاریوں سے بنائے ملّت کو اُستوار کرنا باعثِ اجر ہے۔ اسی شمع ہدایت کی روشنی میں دین کا دُشوار گذار راستہ ڈھونڈنا چاہیئے۔ اِدھر اُدھر ہٹنے میں ٹھوکر کا احتمال ہے۔ عشرت گاہوں اور حجروں سے نکل کر میدان میں آنا چاہیئے۔ میدان ہی مخلص اور ریاکار کی امتحان گاہ ہے۔ اسلام کو دینِ مسیحی تصوّر نہیں کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو ملّت کے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر خود تن آسانیوں اور راحت پسندیوں میں مبتلا ہوجائیں۔

فیصلہ یہ ہے کہ مومن حق پرست جب باطل پرست سے ٹکرلے گا تو

ضروری ہے، آخر حق غالب آئے گا۔ ورنہ حق خود تو باطل پرست سے نہیں لڑے گا۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

پنجۂ او پنجۂ حق میشود ماہ از انگشت او شق مے شود

در خصوماتِ جہاں گردد حکم تابع فرماں او دارا و جم

اس سلسلہ کی بہت باتیں بیان کرنے کے لائق ہیں جن کو دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے۔ طوالت کی معافی چاہتا ہوں۔ بات، بات کے ساتھ ذکر ہی کرنی پڑتی ہے۔

مقصد کی طرف مراجعت

نہ گویم شماں تا یقینم نہ بود

عالی جاہان و محترم المرتبت! موجودہ دور میں حق کچھ ایسا ہی اجنبی ہو کر رہ گیا ہے۔ کہ اکثر لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے۔ اور وہ اسے صحیح ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن اگر کسی کو اللہ تعالےٰ نے عقل و دانش سے نوازا ہے، اور قوّتِ فیصلہ دی ہے، تو اس کے لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

حق و باطل اور غلط اور صحیح کو پہچاننا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

عظیم غلط فہمی

شریعتِ اسلامی پر عدم صلاحیّت کا الزام لگانے والوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ کہ جس نے نہ شریعت کا مطالعہ کیا اور نہ انسانوں کے خود ساختہ موضوعہ قوانین کا دوسرا گروہ ہے، جس نے انسانی قوانین کا مطالعہ تو کیا ہے۔ لیکن شریعتِ اسلامیہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ گویا یہ دو قسم کے دونوں گروہ شریعت اور اس کے احکام سے یکسر بے بہرہ ہیں۔ اس جہل کے ہوتے ہوئے وہ اس کے قطعًا اہل نہیں کہ اس پر کوئی حکم لگائیں اور اس کے بارہ میں کوئی فیصلہ دیں۔ کسی چیز سے ناواقف رہ کر اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان شریعت کے نہ جاننے والوں نے اپنے اس غلط خیال کی بنیاد ایک غلط قیاس پر رکھی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ باضابطہ مطالعہ تحقیق سے ان کی یہ رائے قائم ہوئی ہو۔ اُنہوں نے جانا کہ موجودہ دور کے انسانی ساختہ قوانین، اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز تک سے بھی بالکل مختلف ہیں۔ ان میں باہم کوئی مناسبت نہیں۔ اُنہوں نے یہ بھی جانا کہ موجودہ قوانین ان فلسفیانہ نظریات اور انسانیت اور اجتماعیات کے ان بنیادی تصوّرات پر قائم ہیں۔ جن کا قدیم قوانین میں کوئی وجود

نہ تھا۔ قانون کی ان دو انواع کے تقابل مطالعہ سے اُنہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا اور رائے قائم کی کہ قدیم قوانین موجودہ دَور کے ناقابل ہیں۔ اس رائے کے برحق اور صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

لیکن اس کے بعد جب وہ اسلامی شریعت پر قوانین سے قیاس کرتے ہیں۔ تو یہیں وہ سخت ٹھوکر کھاتے ہیں اور حقیقت سے دُور جا پڑتے ہیں۔ ان کی منطق یہ ہوتی ہے کہ اٹھارہویں صدی کے آخر تک کے قوانین جب موجودہ دَور کے ناقابل ہیں۔ تو یہی حال شریعت کا بھی ہے۔ اس لئے کہ شریعت ازمنۂ وسطےٰ کی چیز ہے، اور اس کے بعض احکام زیادہ سے زیادہ اٹھارہویں کے آخر تک جاری رہے ہیں۔ یہ غلط قیاس اور اُلٹی منطق ہی ان کی ایسی کھلی ہوئی اور فاش غلطی ہے کہ کوئی سمجھدار ناقد اس پر گرفت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قوانین موضوعہ انسانی دماغ کی پیداوار ہیں، اور شریعت کے واضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔

شریعت تو اپنے یوم پیدائش ہی سے پورے شباب کو پہنچی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی کجی اور نقص سے پاک، کامل و ہمہ گیر اور جامع و مانع صورت میں اُتارا ہے۔ ایک محدود معین مدّت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مُبارک پر اسے القا فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اس کی ابتدا ہوئی۔ اور آپ کی وفات پر یہ اس

آخری وحی پر اس کا اختتام ہوا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیئے میں نے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

یہ شریعت ہر قسم کی نوع انسانی کے لئے ہے۔ وہ ایسا عالمی قانون اور جہانی شریعت ہے جس کا علماء قانون تصوّر تو کر سکتے ہیں لیکن جسے وجود میں نہیں لا سکتے۔ شریعت کسی ایک زمانے یا عہد کے لئے بھی مخصوص نہیں ہے۔ وہ ہر زمانے اور ہر عہد کے لئے اور تا قیامِ قیامت ہر دَور میں کارآمد ہے۔ اس میں ہر ایک زمانے کے لئے روحِ انقلابی ودیعت کر دی گئی ہے۔ تاکہ اس کی بنیادوں پر ہر زمانہ میں بہترین نظامِ حکومت قائم ہو سکے۔ اور اس رُوح کو عام کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں سرگرم کار رہ سکے۔ تاکہ اسلامی حکومتیں ہر انقلاب کے بعد وجود میں آسکیں۔ اگر ایسی روح اسلام میں ودیعت نہ رکھی جاتی۔ تو اسلام کا عالم گیر ہونا اور ہر زمانہ کے لئے ہونا ایک فریب اور لغو ہو کر رہ جاتا۔ کیونکہ مذہب جب اس میں رُوحِ انقلابی نہ ہو۔ اور وہ کسی ایک جماعت یا مخصوص قوم کا اجتماعی دین بن جائے۔ اور اس میں خود بدلنے اور دوسروں کو بدل دینے کا جنون یا انقلابی جذبہ سرد پڑ جائے۔

اس وقت اس مذہب کے ہاتھ زمامِ اقتدار دینا دراصل قوم کے رجعت پسندوں کو حکومت سونپ دینا ہوتا ہے۔ ....

.... اور رجعت پسند طبقوں کی حکومت؟

خدا اس کے شر سے ہر قوم کو مامون رکھے۔

پس اسلام کے عالم گیر اور ہمیشہ کے لئے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں شروع ہی سے انقلابی روح رکھدی گئی ہے۔ اور اسلام کے علاوہ دوسرے آسمانی مذاہب چونکہ وہ مکانی اور زمانی تھے، دائمی اور سرمدی نہ تھے۔ لہذا ان میں ایسی دائمی رُوح کے رکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ باوجودیکہ وہ مذاہب اس وقت اپنی پوری شکل میں موجود بھی نہیں رہے۔ پھر بھی ان کو کھینچ تان کر ہر انقلابی زمانہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا سعی لاحاصل ہے۔

بہر حال اب اسلام ایک تام اور مکمل شریعت ہے جس کا واضع خود اللہ تعالےٰ ہے۔ اور اس کے فیصلے اور وعدے اٹل ہیں۔ [1] تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اسلامی شریعت اسی اللہ کی طرف سے ہے جس کے کلمات میں

---

[1] تیرے رب کی باتیں انصاف اور سچائی کی آخری حد کو پہنچی ہوئی ہیں اور اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ غیب کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ لوگوں کو ہر زمانے میں کام آنے والے نصوص و احکام دے۔

شریعت ابتدا ہی سے ان جدید ترین نظریات کی حامل ہے، جن تک اب کہیں چل کر بعض قوانین موضوعہ کی رسائی ہوئی ہے۔ کیونکہ شریعت اپنے دامن میں مختلف ایسے اصول اور نظریات کے جواہر ریزے بھی رکھتی ہے، جن تک ابھی ہمارے قانون سازوں کا تصور بھی نہیں گیا۔ ہمارے ارباب قانون جس قسم کے اصول چاہتے ہیں اور جن کے قوانین میں موجود ہونے کی بس انہیں تمنا ہی ہے، وہ سب ابتدا ہی سے شریعت میں موجود ہیں۔

بہر حال اگر کوئی اس حقیقت پر ایمان لاتا اور اسے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ سورج اور چاند ستارے چلائے۔ پہاڑوں، ہواؤں اور سمندروں کو مسخر کیا۔ نباتات اُگائے۔ ماؤں کے پیٹ میں جنین کی تخلیق کی۔ تمام مخلوقات کو ایک نظام کا پابند بنایا۔ جس سے وہ سرتابی نہیں کر سکتے۔ اور جس میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ اللہ

تعالٰے نے چند ایسے ناقابلِ تغیر قوانین بنا دیئے ہیں۔ جو تمام اشیاء پر حاوی ہیں۔ اور یہ قوانین کمال کی اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں، جس کا انسان تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ نیز اسے یہ بھی تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز میں پورا کمال اور سلجھاؤ ہے۔ تو اس کو بدرجہ اولیٰ اس حقیقت پر ایمان لانا مشکل نہیں ہوگا۔ کہ اللہ تعالٰے ایسی شریعت بھی دے سکتا ہے جو موجودہ اور آیندہ کے تمام حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ اور اس میں کسی تبدّل و تغیّر کی گنجائش اور ضرورت نہ ہو۔

شریعت اور قوانین موضوعہ میں فرق

شریعت اسلامی اور قوانین موضوعہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ قانون، سوسائٹی کے عادات و رسوم اور تاریخی پس منظر سے اس میں رنگ آمیزی کی جاتی ہے۔ یعنے قانون سوسائٹی سے مؤخر اور اس کے تغیّرات اور تبدیلیوں کا تابع ہوتا ہے۔ سوسائٹی قوانین کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔

لیکن شریعت سوسائٹی کی پیدا کردہ نہیں۔ نہ سوسائٹی کی تبدیلیوں اور تغیرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ قوانین موضوعہ کا

حال ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز پوری خوبی سے بنائی ہے۔ پھر شریعت صرف سوسائٹی کی تنظیم ہی کے لئے وضع نہیں ہوئی، جیساکہ قانون موضوعہ کا حال تھا۔ بلکہ شریعت کا مقصود اولیں تو صالح افراد اور صالح جماعت کا پیدا کرنا اور ایک مثالی حکومت اور مثالی دنیا کا وجود میں لانا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی نصوص اپنے زمانہ نزول کی دُنیا اور اس کی سطح سے بلند و برتر تھیں بلکہ موجودہ دُنیا کی سطح سے بھی کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ ان نصوص میں ایسے اصول و نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ جن تک غیر اسلامی دنیا صدیوں بعد چل کر پہنچ سکی ہے۔ بلکہ بہت سے نظریات ایسے ہیں جن تک دُنیا کا دماغ آج تک پہنچ نہیں سکا۔ شریعت کی اس شان کا تقاضا تھا کہ خود اللہ تعالےٰ اس کے وضع کرنے کی ذمہ داری لیتا۔ چنانچہ اس نے پوری شانِ کمال کے ساتھ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا۔ اور رسول کا یہ فریضہ قرار پایا کہ لوگوں کو طاعات اور فضائل کی باتیں بتائیں۔ اور بلندی و کمال کے اس درجہ پر پہنچائیں جو شریعت کا مطلوب ہے۔

شریعت نے اپنا یہ مشن باحسن الوجوہ پورا کر دیا، اور خدائے علیم وخبیر کے منشاء کی تکمیل کر دی۔

قوانین موضوعہ کے مقابلہ میں شریعت کی خصوصیات

نظریۂ مساوات، مساوات مردوزن، نظریۂ حرّیت، حرّیتِ فکر، حرّیتِ عقیدہ، حرّیتِ قول، نظریۂ شوریٰ، نظریۂ تحدیدِ اختیاراتِ حاکم، نظریۂ طلاق، نظریۂ تحریم شراب، نظریہ تعدّد ازدواج۔ ان کی تشریحات اور خصوصیات کے متعلق یہاں بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔

مسئلہ تکوین پر شبہ اور اس کا حل

مولانا طیب صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ ہر چیز کا ظہور اور وقوع اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے تو پھر جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے وہ پسندیدہ اور مطلوب ہونا چاہیئے۔

اس کا حل یہ ہے کہ کسی چیز کا تکوینی طور پر منشاءِ الٰہی اور مرضی خداوندی کے مطابق ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز تشریعی طور پر بھی مطلوب اور پسندیدہ ٹھہرے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز شرعاً ناپسندیدہ ہو۔ کفر کا وجود شرعاً نامرضی ہے اور تکویناً مرضی ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

شیطان اور اس کی حرکات کا وجود شرعاً نامرضی اور تکویناً مرضی ہے۔
پس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سارا ایجادی کارخانہ اور سائنسی نظام شرعی طور پر مٹانے کے لائق ہو۔ لیکن تکوینی طور پر اور اللہ تعالٰے کے افعال و تخلیق کے اعتبار سے عین منشار خداوندی ہو جس کے ہم مکلّف نہیں۔ کیونکہ ہم خدا تعالٰے کے اقوال کے مکلّف ہیں، اس کے افعال کے مکلّف نہیں۔ اس کی جانب سے ہمیں شرعاً جو ارشاد ہوگا اس کی تعمیل ہم پر فرض ہوگی لیکن جو احکام تکویناً اس کی قدرت سے ظاہر ہونگے۔ ان کی تعمیل کا خطاب ہماری طرف متوجہ نہ ہوگا۔
لیکن اگر کہا جائے کہ بہر حال سائنس کی ترقیات ہی سے دین کے کس قدر دقیق مسائل حل ہو گئے۔ اور اس کی حسی مثالوں سے اسلام کے معنوی حقائق کس قدر نمایاں ہوئے۔ اس لئے سائنٹیفک ایجادات بہر حال تائید دین کا ذریعہ بن کر بھی کیوں مطلوب نہیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ اگر کسی فاجر کے فجور سے اتفاقاً دین کی تائید ہو جائے۔ تو ہر گز اس کے فجور کا مستحسن ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر کفار کے کفر و عناد اور مقابلوں سے دین اسلام کی برہانی قوت کھل جائے۔ تو ان کے کفر کا مستحسن ہونا یا مقصود ہونا کسی حال میں باور نہیں کیا جا سکتا۔ پس اگر نصرانی تمدن کی ان سائنسی ایجادات سے اتفاقاً دین اسلام کی معنوی

حقائق کی تائید ہوگئی۔ تو اس کے اس تصویری نظام کا مطلوبِ شرعی ہونا آخر کس طرح باور کر لیا جائے گا۔

رہا یہ کہ آج ضروریاتِ زندگی پر سائنس کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اس لئے سائنٹیفک وسائل سے بے اعتنائی برتنا موت کے مترادف ہے۔ سو مرے نزدیک ضرورت سائنس کی بھی کوئی معقول اور مستحکم وجہ نہیں ہے۔ جبکہ سابقہ حوالہ جات سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ سائنس کی انہی موشگافیوں اور ان وسائل تمدن ہی نے دنیا کی زندگی کو غیر مطمئن بنا کر طرح طرح کے خطروں میں مبتلا کیا ہے۔ جس کا رونا خود موجدین ہی رو رہے ہیں۔ تو پھر آج کونسا دانش مند ہوگا۔ جو ان مہلکات زندگی کو ضروریاتِ زندگی سے تعبیر کرنے کی جرأت کریگا۔

مسرت افزا پیغام

یہ پیغام شاعری نہیں اور نہ خیالاتِ فاسدہ کی تولید ہے۔ بلکہ جیسا کہ صبح صادق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والا اس پر یقین رکھتا ہے کہ اب تھوڑی دیر کے بعد آفتاب عالمتاب ضرور طلوع کریگا۔ اسی طرح جو شخص دنیا کے نظامات کے تبدل و تغیر کو گہری نظر سے دیکھنے اور پرکھنے والا ہے یقین کرے گا کہ اب دنیا میں جنگوں کا

خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب کوئی جارحانہ گرم سرد مادی اسلحہ سے جنگ نہیں ہوگی۔ ورنہ ساری دنیا کی قوموں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس بات کو کوئی قوم اور حکومت گوارا نہیں کر رہی۔ اور وہ اس بات کا بھی یقین کرے گا کہ ساری دنیا وحدتِ انسانیت کے نظریہ کو اختیار کرنے کے لئے بے چین ہو رہی ہے۔

مذہب اور سیاست

اور اس بات کو بھی مانے گا کہ دنیا کی موجودہ سیاست بھی اب چند یوم کی مہمان ہے۔ اور یہ بہت جلد ختم ہوا چاہ رہی ہے۔ کیونکہ اس سیاست نے نیشنلزم، جغرافیائی حدود، محدود وطن پرستی، قبائیلیت، صوبائیت، نسل پرستی، ذات پات، رنگ اور زبان کے تصوّرات دئیے ہیں۔ ان میں ہر ایک تصوّر وہ ہے جو وحدتِ انسانی کے حق میں سمِ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سیاست ہی نے انسانوں کو بے شمار کمپنیوں اور گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور اس نے وہ چیز چھین لی ہے جو انسانوں کو مذہب کے آستانہ سے ملی تھی۔ مذہب نے امتیاز و تفریق کی تمام دیواروں کو ڈھا کر انسانیت کو ایک وسیع میدان دیا تھا۔ مگر سیاست نے جارحانہ قوم پرستی، نسل

پرستی اور وطن پرستی وغیرہ کی بے شمار دیواریں کھڑی کر دیں۔ اور اس بنیاد کو مسمار کر کے جس کو مذہب نے دونوں ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا، دنیا کی قوموں کو ایک دوسرے سے خوب لڑایا۔

کسی مذہب آسمانی کی تعلیم دکھاؤ جس میں انسانوں کو رنگ، نسل زبان، قوم، وطن، قبائل اور برادری کے خانوں میں تقسیم کیا گیا ہو، اور جغرافیائی تعصبات کو ہوا دی ہو۔ اس کا تو ایک ہی اعلان ہے کہ اِن عبادکَ کلھم اخوۃ ۔ خدا کے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس کی بنیادی تعلیم بھی ایک ہی ہے۔ کہ

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ ہم نے تمام انسانوں کو مکرّم و محترم بنایا ہے لیکن سیاست کا شیطان نہ معلوم کب سے انسانی وحدت کا خون چوستا چلا آرہا ہے، اس نے انسانی وحدت کو ذبح کرنے کے لئے کسی ایک چھری سے کام نہیں لیا۔ اس نے ہر زمانہ میں نت نئی چھریاں ایجاد کیں۔ اور ہر چھری انسانی وحدت کے گلے پر چلائی۔

لیکن آج دُنیا کو انسانی وحدت کی ضرورت ہے۔ اور اس وحدت کے لئے مذاہب کی وحدت بھی ناگزیر ہے۔ اور جب مذہب کی وحدت سے انسانی وحدت کا تصوّر قائم ہو جائے گا۔ تو تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں گے۔

اگر انسانی بھائی چارہ کا تصوّر ہی انسانی وحدت کی بُنیاد ہے۔ اور اسی کا لازمی نتیجہ آفاقی امن ہے، تو منطقی طور پر اس کا بھی یقین کرنا پڑیگا کہ اب دُنیا کی ساری قومیں جو امن اور سلامتی کی خواہش مند ہیں اور عالم گیر تباہی سے بچنا چاہتی ہیں، تو یہ سب مذہب اسلام کو جلدی قبول کرلیں گی۔ کیونکہ یہ تصوّر قوموں کو اسلام کی تعلیمات سے ہی حاصل ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

پس آسان شکل یہ ہے کہ ہم صرف ایک بُنیادی کام کو ہاتھ میں لیں اور انسانوں کو انسانی وحدت اور بھائی چارہ کا یقین دلائیں۔ بہرحال اگر اس وقت دنیا کے بڑے لوگ واقعی امن و سلامتی کے طالب ہیں تو بطیب خاطر اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کو قبول کرلیں گے خواہ اس کو مذہبًا تسلیم کریں یا صرف بہترین نظامِ حیات ہونے کے اعتبار سے ہی تسلیم کریں۔

عالمی امن کی بُنیاد

متحدہ اقوام ہزار کوشش کرے، وہ کبھی عالمی امن کا قیام عمل میں نہ لاسکے گی۔ اس کی نگاہیں مختلف سیاسی نظریات پر جاتی ہے۔ وہ دو کمپنیوں کا جائزہ لیتی ہے۔ وہ انسانی حقوق کی طویل فہرست شائع

کرتی ہے۔ وہ تجویزوں اور قرار دادوں پر بھروسہ کرتی ہے۔ مگر جب تک

ایک خدا۔ ایک نسل

یا ایک خدا اور ایک انسانیت یا ایک خدا اور اس کی اطاعت پر غور نہیں کریگی۔ اور اس نعرہ مولے کو امن کی بنیاد نہ بنائے گی، وہ سر پھوڑ کر بھی مرجائے تو عالمی امن، عالمی چین، عالمی برادری اور عالمی بھائی چارہ کو عملی شکل نہ دے سکے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں بڑے بڑے فلسفی بھرے پڑے ہیں۔ مفکّروں سے دُنیا خالی نہیں ہے۔ لیکن وہ انسان ہیں اور ان کے بس کا روگ نہیں۔ کہ وہ انسانوں کو انسانیت کی راہ پر چلا سکیں۔ کوئی انسان نہیں جو بدنیّت نہ ہو۔ خود غرض نہ ہو۔ قوم اور نسل پرستی میں مبتلا نہ ہو۔ سفید اور کالے رنگ میں پہچان نہ ہو۔ ان حدود میں رہ کر دماغ کو سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ کہ ایک خدا، ایک نسل بھی عالمی امن اور عالم گیر اخوّت و انسانیّت کی بنیاد بن سکتی ہے۔ بے شک ہمیں جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ مگر تم بھی انتظار کرو۔ اور ہم بھی انتظار کریں۔ کہ ایک خدا ایک نسل کا عقیدہ کامیاب رہتا ہے۔ یا میدان، قوم و نسل کے بیشمار خداؤں کے ہاتھ میں آتا ہے۔"

تمہید دعوتِ عامہ

دعویٰ اور چیلنج

دعویٰ کے بعد چیلنج کا عنوان اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ مدعوین کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ اس دعویٰ کی بُنیاد ٹھوس یقین اور جزم پر مبنی ہے۔ اور اس دعویٰ کی حقانیت اور صداقت کا تمام دنیا کو چیلنج ہے۔ اور ساری دنیا سے اس بات کا مطالبہ ہے۔ کہ اگر کسی کو اس دعوے کی حقانیت اور صداقت میں کوئی شک یا ریب ہو تو وہ ہمیں چیلنج کر سکتا ہے اور ہم اس کے چیلنج کو بطیبِ خاطر قبول کریں گے۔ اور اگر وہ منصف مزاج اور حق وحقیقت کا متلاشی ہو گا اور متعصّب بھی نہیں ہو گا۔ تو ہم اس کی ہر مسلّمہ معیار و دلائل سے تسلّی و تشفّی کر سکیں گے۔

باقی جو شخص عصبیت اور غیر خدا پرستی کا رنگ قبول کئے ہوئے ہو گا۔ تو ایسے شخص کی ہم کسی طرح بھی تسلّی اور تشفّی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس کے دماغ اور قلب کے دروازہ پر عصبیت یا قوم پرستی وغیرہ کا سنتری بیٹھا ہؤا ہو۔ تو وہ اس کے دل ودماغ کے اندر حق اور سچّی بات کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

آہ۔ متعصّب لوگ ہمیشہ حق اور حقیقت کا محض ضد اور تعصّب کی

کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں۔ ورنہ ان کے پاس کوئی سند نہیں ہوتی۔
بہرحال جس دعویٰ کو چیلنج کے عنوان سے پیش کرنا ہے وہ تین اجزا کا مجموعہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلام۔ قرآنِ عزیز اور محمد رسول اللہ صلعم۔ یہ تینوں مقدّس چیزیں ساری دنیا کی مشترک متاع ہیں۔ اور سب کا مقصد اصلی اور "امرت رس" ہیں۔ ان کے زمانۂ ظہور تک اس سلسلہ میں دُنیا کا جو حصّہ گذرا، وہ بمنزلہ تمہید کے تھا۔ عالم تقدیر میں یہ تین چیزیں بمنزلہ علّت غائیہ قرار دی گئی تھیں۔ جو شخص دُنیا کے وجود خارجی میں آجانے کے وقت سے بعثت نبی عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک عالم انسانی کے سلسلہ میں غور و فکر سے مطالعہ کرے گا اور اس عالم کی تدریجی ترقیات اور تغیّرات و انقلابات کو سمجھ سکے گا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلہ بعثت کو ملحوظ رکھ کر پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف لانے کے زمانہ اور جائے پیدائش اور اس کے ماحول اور آپ کے خاندان اور قوم اور زبان اور آپ کی بنائی ہوئی جماعت اور آپ کی مکّی اور مدنی" زندگی اور زندگی کے تمام کاروبار کا علمی و عقلی اور تاریخی وجغرافیائی اعتبارات سے جائزہ لے گا۔ تو اس پر یہ بات روشن ہو جائے گی۔ کہ بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق کائنات کی علّت غائیہ اور مقصد قرار دئے جا سکتے

ہیں۔ اسی لئے آپ کو خاتم النبوات، اور آپ پر نازل کی گئی کتاب کو اور آپ کے دین کو آخری دین اور کتاب کو جامع الکتب اور خاتم الکتب قرار دیا گیا۔ اور ان تینوں مقدس چیزوں کو آیندہ کے لئے "تا اختتامِ دنیا سب کے لئے مقرر کیا گیا۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہر ایک شخص اگرچہ مذہبی خیال کا نہ بھی ہو عقلیت سے پرکھ سکتا ہے۔ باقی مذہبی اور دینی اعتبار سے ان کی تصدیق اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو تدابیر اس سلسلہ میں اختیار کی گئی ان سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم غرض و غایت تخلیق عالم دنیا ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تدابیر اس کی مقرر کردہ تقدیرات کی منظہر اور مبین ہوتی ہیں۔ (ان ساری باتوں کو ہم نے دوسری جگہ مجموعات میں بیان کیا ہے۔ اور مجموعہ نمبر ۲ میں از صفحہ ۳ تا صفحہ ۲۶ خصوصاً بیان کیا ہے۔ یہاں گنجائش نہیں)

محترم المقام حضرات! یہ وہ باتیں ہیں، جو علمی و عقلی اور نقلی طور پر حقانیت اور صداقت کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ خود کائنات کا خالق اور موجد اس پر شاہد ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا[1]۔ اور زمانہ بھی اس پر شاہد چلا آرہا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[2]۔ اور یہی وہ باتیں ہیں جن کے

---

[1] اور اللہ کی گواہی کافی ہے [2] اور تیرے رب کی باتیں انصاف اور سچائی کی آخری حد کو

اختیار کرنے اور عمل میں لانے سے موجودہ عالمی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

پس آپ حضرات پر باعتبار قائدین مسلمانان اور اولی الامر ہونے کی وجہ سے یہ فریضہ عائد ہو رہا ہے کہ آپ سب حضرات اجتماعی وانفرادی طور سے اس کام کو شروع فرمائیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1]۔ لیکن ہر شخص کی وسعت اس کی استطاعت کے مطابق ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی وسعت سے یہ کہا کہ آپ کو اپنے فرائض سے قرآن اور احادیث سے باخبر کیا اور اس کام کے لئے ترغیبی سامان پیش کر دیا۔ اور جو کام آپ کی وسعت واستطاعت میں داخل ہے اس پر کاربند ہونے کی ترغیب دے دی۔ اللہ الموفق والمعین

اسلام کی بقاء اور تسلسل کیلئے خدائی انتظامات

ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اور زمان ومکان کی تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دو انتظام فرمائے ہیں :—

(۱) ایک تو یہ کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کامل ومکمل زندہ تعلیمات عنایت فرمائی ہیں جو ہر کشمکش اور ہر تبدیلی کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اور ان میں ہر زمانہ کی مشکلات اور مسائل

---

[1] اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے۔

کو حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔

(۲) دوسرے اس نے اس کا ذمہ لیا ہے (اور اس وقت تک کی تاریخ اس کی شاہد ہے) کہ وہ اس دین کے لئے ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص عطا فرماتا رہے گا۔ جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے، اور اجتماعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اور اس اُمت کو سرگرمِ عمل رکھیں گے۔

اس دین میں ایسے اشخاص پیدا کرنے کی جو صلاحیت و طاقت ہے اس کا اس سے پہلے کسی دین سے اظہار نہیں ہوا۔ اور یہ اُمت تاریخِ عالم میں جیسی "مردم خیز" ثابت ہوتی ہے، دنیا کی قوموں اور اُمتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے۔ بلکہ انتظامِ خداوندی ہے۔ کہ جس دور میں جس صلاحیت و قوت کے لئے آدمی کی ضرورت تھی، اور زہر کو جس تریاق کی حاجت ہو، وہ اس اُمت کو عطا ہوا۔

کیا موجودہ دور میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟

پیش کردہ نقطۂ نظر پر کوئی بہت بڑی تبدیلی انسانوں میں پیدا ہو سکتی ہے؟ —— یہ ایک ایسا سوال ہے جو ایک مستقل بحث چاہتا ہے

مختصراً صرف یہ کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں حق اور دینِ حق کا عین تقاضا ہیں۔ تو پھر ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ اس کا تو بہرحال ہر ایک کو یقین حاصل ہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جس حق کو نازل فرمایا ہے اسے ناممکن العمل بنا کر نازل نہیں فرمایا ہے۔ اس کے حق ہونے میں جہاں اور بہت ساری شرائط ہو سکتی ہیں، وہاں اس کے ممکن العمل ہونے کی بھی ایک شرط لازماً شامل ہے، اس لئے امکان اور عدم امکان کی بحث سے پہلے صرف طے کرنے کی یہ بات ہے کہ آیا یہ حق ہے بھی یا نہیں۔ جب یہ طے ہو جائے تو پھر ان عملی سہولتوں اور دشواریوں پر غور کیا جا سکتا ہے جو ان کے مطابق کام کرتے ہوئے پیش آسکتی ہیں۔

ممکن ہے ایک گروہ عملی دشواریوں کی وجہ سے ان عزیمت کے مراحل کو طے کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پائے۔ لیکن پوری قوم کے متعلق آخر کس طرح یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں بنا سکتی۔

باوجود صدیوں انحطاط اور زوال کے ابھی اس قوم میں اس قدر جان باقی ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی محنت کرنے والا گروہ صبر و استقامت کے ساتھ حق کی طرف موڑنے کی کوشش کرے، تو پھر

اس کی قوت کارکردگی بڑے دور رس نتائج پیدا کرسکے گی۔

داعی کی ذمہ داری

داعی کا کام، حق کی دعوت دینا ہے۔اس امر واقعہ کی وجہ سے جہاں تک ایک داعی حق کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کرتا، اور نہ اسے غور کرنا چاہیئے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھرینگے یا نہیں۔اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپاتا ہے، اور نہ ہی اسے سر کھپانا چاہیئے کہ زمانہ اس کی دعوت کے لئے سازگار ہے یا ناسازگار، وہ لوگوں کے ردو قبول، اپنی کوششوں کی کامیابی اور ناکامی اور دعوتِ حق کے انجام کے متعلق یہ فیصلہ کرے، کہ اس امر کا تعلق اس کی ذات سے نہیں، بلکہ اللہ کی ذات سے ہے، بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے کہ خود اس کا اپنا فریضہ کیا ہے؟ اور جب یہ طے کر لیتا ہے کہ اس کا اپنا فریضہ یہی ہے کہ وہ اس مقصد کی دعوت دے جسے وہ حق یقین کر رہا ہے۔اور جو اس کے خیال میں تمام دُنیا کے لئے یکساں مفید ہے۔تو یہ طے کرلنے کے بعد وہ اس تردد میں نہیں پڑتا، کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرلنے کے بارہ میں اپنا فرض پورا کرینگے یا نہیں۔اور اللہ تعالےٰ اس دعوت کو دُنیا

میں برپا کرے گا یا نہیں۔

جہاں تک لوگوں کے ردو قبول کا تعلق ہے وہ اس دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں، دونوں صورتوں میں اس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے۔ تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی۔ اور یہ اللہ تعالٰے کے ہاں ادائے فرض ودعوت کا اجرو ثواب حاصل کرے گا۔ اور اگر قبول نہ کریں گے تو اس کے ذریعہ لوگوں پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو گی۔ اور داعی اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا۔ کہ جو اس کا فرض تھا اس نے پورا کر دیا۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کا معاملہ، تو مجرد یہ بات کہ اللہ تعالٰے نے اس پر اس حق کو واضح کیا ہے اس کے دل کے اندر یہ اطمینان پیدا کرتی ہے کہ اس حق کی دعوت دینا، لوگوں کے لئے اس کا قبول کرنا، اور دنیا میں اس کا فروغ پانا، ممکن ہے۔ اور اگر وہ اس کی طرف لوگوں کو بلانے اور دنیا میں اس کو برپا کرنے کا عزم لے کر اُٹھے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کام میں مدد فرمائے گا۔

ایک رحیم خدا کے متعلق یہ ہرگز گمان نہیں کر سکتا، کہ جس راستہ کی طرف وہ رہبری کرے کہ یہ صراط مستقیم ہے، اس راستہ پر چلنا

ناممکن ہو۔ اور جس نظامِ زندگی کے متعلق وہ فرمائے، کہ یہ فطری نظامِ زندگی ہے وہ اتنا پیچیدہ اور ناممکن العمل ہو کہ لوگ اس کو اختیار بھی نہ کرسکیں نیز عادل و مہربان پروردگار کے متعلق وہ یہ گمان بھی ہرگز نہیں کرسکتا کہ وہ اس پر عائد کرکے یہ حکم دے ، کہ تیرے کرنے کا کام یہ ہے۔ اور اس کے کرنے میں تیری نجات ہے اور میری خوشنودی ہے۔ لیکن جب وہ اس کو کرنا شروع کردے، اور اس کے سامنے مشکلات آئیں، تو وہ اس کو تنہا بے یارو مددگار چھوڑ دے۔ اس کی کوئی مدد نہ فرمائے۔

دعوتِ عام کی سہولت

اس تمہید کے بعد آگے آپ حضرات کی خدمت میں دعوت و تبلیغ عام کا پروگرام اپنی "ناچیز رائے" سے مرتب کرکے پیش کیا جارہا ہے۔ اس کو آپ ویسا ہی یا مناسب ترامیم سے منتخب فرما کر اس کی اشاعت و تبلیغ کا بندوبست فرمایا جائے۔

عالیجاہان! سائنس اور تمدّن کی ترقی سے انسان کے وسائل کار اور ذرائع معلومات میں جو اضافے ہوئے ہیں۔ ان سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا حق داعیانِ حق کو ہے مثلاً آج پریس۔ ریڈیو اور سینما وغیرہ نے انسان کے پروپگنڈے اور تعلیم و

تبلیغ کی قوت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ ایک بڑی سے بڑی تقریر چند منٹوں کے اندر اندر دُنیا کے ایک گوشہ سے لے کر دوسرے گوشہ تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ کسی وسیع سے وسیع تحریک سے چند دنوں کے اندر اندر دُنیا کے تمام پڑھے لکھے انسانوں کو آشنا کیا جا سکتا ہے۔ مشکل سے مشکل باتیں بہت معمولی محنت سے عوام اور خواص سب کے ذہن نشین کرائی جا سکتی ہیں۔ اس زمانہ میں اہل باطل انہی ذرائع سے کام لے کر اپنے جس باطل کو چاہتے ہیں دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیتے ہیں۔ ان ایجادات نے دُنیا کی تمام دُوریوں اور تمام فاصلوں کو لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ قوموں اور قوموں کے درمیان اب سمندروں اور پہاڑوں کے پردے کوئی روک نہیں بن سکتے ـــــ آج اگر آپ چاہیں تو پورے کرۂ ارض کے انسانوں کو اپنی بات سُنا سکتے ہیں۔ کل تک جس چیز کی تعلیم پر مہینوں اور سالوں صرف کر کے آپ اس کو ذہنوں میں راسخ نہیں کر سکتے تھے آج اگر چاہیں، تو موجودہ سائنٹفک ذرائع سے کام لے کر کسی شہر کے عوام و خواص سب کو چند گھنٹوں کے اندر اندر اس کو عالم بنا سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ آج حق کی تبلیغ کے لئے ان ذرائع پر قبضہ کیا جائے۔

نیز بہت سے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کے ذریعہ

بھی دعوت دی ہے۔ بعض مقامات پر یا بعض خاص لوگوں کے پاس اپنے نمایندے بھی بھیجے۔ غرض اس زمانہ میں لوگوں کو کسی چیز کے قریب کرنے یا لوگوں سے قریب ہونے کے جو طریقے پیدا ہو چکے تھے، اگر ان میں کوئی اخلاقی خرابی نہیں تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے کام میں ان سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ ہر عہد میں لوگ انہی طریقوں سے مانوس ہوتے ہیں۔ جو اس عہد کی تمدّنی واجتماعی زندگی میں رواج پا چکے ہوتے ہیں۔ اسی واسطے ضروری ہوتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں انہی طریقوں کو اختیار کیا جائے۔ جو ان کے مزاج اور حالات کے مناسب ہیں۔

پس آپ سب حضرات اپنے اس قسم کے تمام ذرائع کو تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے خاص فرمالیں۔ اپنی ملکی زبان میں اپنے اہلِ وطن کی اصلاح کی جائے۔ اور بین الاقوامی مروجہ زبانوں میں بیرونی ممالک تک اپنی آواز پہنچائی جائے۔ اور سنجیدہ متدین صالحین اور مستعدین مقررین کی جماعتوں کو تیار کرکے وفود کی شکلوں میں بھیجا جائے۔ اور مندرجہ ذیل منشور کا پروپگنڈا کیا جائے۔

پروگرام عام

دعوتِ اسلام ساری قوموں کے نام

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۞

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جس نے تمہارے لئے زمین بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اُتارا، پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل نکالے، سو کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

تشریح۔ اس آیت میں سب بندوں کو مومن ہو یا کافر یا منافق خطاب فرما کر توحید باری سمجھائی جاتی ہے جو ایمان کے لئے اصل الاصول ہے اور ان کی آزادی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا۔ اور تمہاری ضروریات اور کل منافع مہیا کئے۔ پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا یا

مقابل ٹھہرانا جس کے اختیار میں نہ نفع ہے نہ مضرت، کس قدر حماقت اور جہالت ہے، حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو اور اقرار کرتے ہو کہ اس جیسا کوئی نہیں۔

اسلام کسی کو رواجی معنی میں اپنا یا غیر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ جغرافیائی اور وطنی مذہب نہیں ہے۔ اس کی نظر میں اپنا وہ ہے جو غیروں کو اپنا سمجھے، اور غیر وہ ہے جو انسانوں میں غیریت پیدا کرے۔ آقاؤں کی تبدیلی آزادی نہیں۔ اپنوں کی حکومت خود مختاری نہیں ہے۔ آزادی یہ ہے کہ انسان، انسان کا محکوم نہ ہو۔ انسان، انسان کا قانون نہ مانے۔ آزادی یہ ہے۔ کہ تمام انسان مل کر اس الٰہی قانون کو مانیں، جو نوعِ بشری کے ہر فرد کو ایک صف میں کھڑا کرتا ہے، اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلاتا ہے۔ آزادی یہ ہے کہ انسان کا دستور اساسی اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ[1] ہو۔ اور اس کی گردن خدا کے قانون کے سامنے جھکے۔

جب آپ نے کہا کہ ہم جس خالق و مالک کا پانی پیتے ہیں، جس کی زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس کی ہوا میں سانس لیتے۔ اور جس کے آفتاب و ماہتاب سے مستنیر ہوتے ہیں، اسی کے قول کو مانیں گے، اسی کے قانون پر چلیں گے۔ اسی کے ارشاد کو دستور العمل بنائیں گے، اور

[1] حکم صرف اللہ تعالٰے ہی کا ہے۔

اسی کی ہدایات ہمارے نظامِ حیات کی تشکیل کریں گی۔ تو آپ اسی وقت آزاد ہوگئے، اور آپ کی غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں۔

اسلام کے خلیفہ رضؓ نے اپنے منصب پر برقرار ہوتے ہی اعلان کیا تھا، کہ :۔

اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰہَ فَلَا طَاعَۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ۔ یعنے جب تک میں خدا اور اس کے رسول کا فرمانبردار رہوں تو تم بھی میری اطاعت کرو اور جب دیکھو کہ میں نے خدا سے بغاوت کی، تو تم بھی میرے خلاف علَم بغاوت بلند کرو۔

پس جو شخص اسلام کا نمونہ نہیں، جس کی عملی زندگی اسلامی نہیں اسے کوئی حق نہیں پہونچتا کہ دوسروں کو اپنا مطیع بنائے، اور خود خدا کا باغی بن کر دوسروں سے وفاداری کا عہد لے۔ اطاعت کا مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ اسلام کا فرمانبردار ہے۔ پیروی کے لائق وہ ہے جو خود قرآن کا پیرو ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام اور اس کے احکام سے بے نیاز ہو کر قیصر و کسریٰ کی گدی پر بیٹھتا ہے تو وہ آتش پرستوں اور نصرانیوں کا نمایندہ ہوسکتا ہے۔ اور مسلمانوں کا نمایندہ نہیں ہوسکتا۔ خلیفہ اوّلؓ نے کہا تھا کہ :۔

لَقَدْ وَلِیْتُ عَلَیْکُمْ وَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ میں تمہارا والی ضرور بنا ہوں مگر

فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي وَإِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُونِي۔

میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر تم میرے اندر حسنِ عمل دیکھو تو میری مدد کرو، اور اگر دیکھو کہ میرے اندر کجی آگئی ہے تو مجھے سیدھا کر دو۔

یہ الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جو اپنے کو خدا کے سامنے جوابدہ سمجھے، اور قوم کے ڈر سے قوم کی خدمت انجام نہ دے۔ خدا کے ڈر سے اپنے آپ کو انسان کا خادم سمجھے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

آپ خود بدلیں گے تو خدا بدلنے میں آپ کی مدد کرے گا۔

آپ اُٹھیں گے تو خدا آپ کے دلوں کو مضبوط کرے گا، پہلے آپ بدلنے کی کوشش کریں، اس کے لئے اجتماعی (وانفرادی) قربانیوں کا ثبوت دیں۔ پھر خدا بھی آپ کی مدد کرے گا۔ خدا آپ کو نہیں بدلیگا اگر آپ بدلنا نہ چاہیں گے۔

[1] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔ (القرآن) آپ کو دنیا سے شکایت ہے۔ ساری دنیا آپ کی نظر میں بری ہے۔ ہر شخص آپ کا دشمن، ہر انسان آپ کا بدخواہ۔ آہ۔ انسان اپنی شکایت کبھی نہیں کرتا۔ اپنی کمزوریوں کو نہیں ٹٹولتا، اپنے نفس کو کبھی نہیں سمجھتا۔ اپنے کو اپنے رویّہ اور نفس

۱۔ اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کو قابو میں رکھو کوئی بھی گمراہ تم کو ضرر نہیں دے سکتا جبکہ تم خود ہدایت پر ہو گے

کو درست رکھئے، پھر کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

آج ہم نقصان میں کیوں ہیں؟ اس لئے کہ ہم میں انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا فقدان ہے۔ ہم ٹھیک ہو جائیں دنیا خود ٹھیک ہو جائیگی

۵ محال است چوں دوست دارد ترا
که در دستِ دشمن گذارد ترا

لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ہمت نہ ہارو، رنج اور فکر کو پاس نہ بھٹکنے دو اگر تم مؤمن ہو، تم ہی غالب رہو گے

ایمان کی دولت، غلبہ اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں اتحاد ہوگا، دولت بھی ہو گی، قوت بھی ہو گی، اور فراست بھی ہو گی۔ جہاں یہ چیزیں جمع ہوں وہاں برتری اور بلندی سے کون روک سکتا ہے۔ پس قانون یہ ہے، کہ اپنے اندر ایمان کی دولت پیدا کیجئے۔

اللہ کے دین کی اشاعت اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ قرآن کی دعوت، وحی الٰہی کی تبلیغ، دینِ قیّم کے اصولوں کا اعلان، اور ایک ایک انسان پر مذہبِ حق کی حجت، اسلام کا وہ امتیازی وصف ہے جس نے امت کو ساری دنیا میں امتیاز بخشا ہے۔ اسلام کی عمارت سے اشاعت کی اینٹ نکال دینے کے بعد سب کچھ باقی رہ سکتا ہے،

مگر اسلام باقی نہیں رہ سکتا۔

آہ۔ آج یہ کہنا ایک رسم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ یہ ایک فیشن ہے کہ اشاعت اسلام ہونی چاہیئے۔ کون اشاعت اسلام کرے؟ کون ایسی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے؟ نیشنلزم کی لعنت نے مسلمانوں پر ایک ہی راہ کھول دی، کہ زیادہ سے زیادہ اسلام کا نام لو، اور زیادہ اسلام سے بغاوت کرو۔ اسلام کا نام بھی بطور فیشن اور اشاعت کا ولولہ بھی محض دکھاوا۔ سیاست کا یہ انہماک کہ لندن اور نیو یارک میں پروپیگنڈے کے آفس کھل گئے۔ اور اسلام کے ساتھ یہ سلوک کہ اس کے نام سے مسلمانوں کو شرم آنے لگے۔ اس اعراض کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جس کتاب الٰہی نے انہیں اوج کمال پر پہنچایا تھا اسی کتاب نے انہیں عمیق غار میں گرا دیا۔

آج کل کے اکثر مسلمانوں کے کردار اور زبوں حالی سے اسلامی تعلیمات کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام کو بُرا سمجھنے لگے ہیں ؎

زشت رُوئی سے تری آئینہ ہے رُسوا تیرا

غیر مسلموں کو جو اسلام سے بُعد اور نفرت تھی، اگرچہ وہ اب باقی نہیں رہی۔ مگر آج کل مسلمانوں کی اپنی حالت ایسی نہیں، جس سے کسی کو

بہ اندازہ ہو سکے کہ انھیں انسانی ترقی کے راز کا علم ہے۔

افسوس ہے مصر پر جو مسیحیت کا چیلنج سُن رہا ہے مگر عیسائی مشنریوں کے لئے اس کے دروازے کھلے ہیں۔ افسوس ہے پاکستان، ترکی اور عراق اور شمالی افریقہ وغیرہ پر کہ اسے ابھی مسیحیت کی ضرورت ہے، اور مشنری سوسائٹیاں ان ممالک کو مرتد کرنے میں مشغول ہیں.....

یہ سزا اس جُرم کی ہے کہ کسی اسلامی حکومت نے اشاعت اسلام کا نظام قائم نہ کیا۔ اور پادریوں وغیرہ کو دعوت دیدی کہ وہ کھلے بندوں کعبہ کے بالمقابل کلیسا کھڑی کر دیں۔ اور ہلال کو صلیب سے چھپانے کی کوشش عمل میں لائیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نمی نالم کہ برجانم
بلا ہائیکہ شد نازل اودست دوستاں آید

عیسائی دُنیا کی باگ ڈور پاپائے روم کے ہاتھ میں

اخبار "الجمعیۃ" دہلی کے اقتباس پیش کرتا ہوں:۔

الجمعیۃ لکھتا ہے کہ آج عیسائی دنیا کی باگ ڈور روم کے پاپائے اعظم کے ہاتھ میں ہے۔ اور ہر تقریب پر تقدس مآب پوپ عیسائی دُنیا سے خطاب کرتے ہیں۔ اور اپنے پیغام سے نوازتے ہیں۔ اور اپنے مخالفین کی

حرکات کی مذمت کرتے ہیں۔ خاص کر کمیونسٹ طاقتوں کی جنہوں نے مسیحیت کو تباہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔

الجمعیۃ اخبار لکھتا ہے کہ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ تنظیم کی قوت کیا ہے اور تقدس مآب پوپ عیسائی دنیا پر کیا اثر رکھتے ہیں۔ ایک طرف عیسائی حکومتیں عیسائیوں کی پناہ گاہ ہیں۔ دوسری طرف روم کی پاپائیت عیسائی دُنیا کی نگران ہے۔

عیسائی دُنیا کے لئے ایک مرکز تو ہے، جس سے مظلوم عیسائیوں کے حق میں ہر وقت آواز بلند ہو سکتی ہے۔ دُنیا کے کسی گوشے میں عیسائیوں پر آفت آئے۔ مقدس پوپ کا فرض ہے کہ وہ اس پر توجہ دیں اور دنیا کو جتائیں۔

دوسری طرف مسلمان ہیں جن کا کوئی بین الاقوامی مرکز نہیں۔ ان کی کوئی قوت جامعہ نہیں۔ ان کا کوئی سردھرا نہیں۔ ہر جگہ مسلمان لامرکزیت کا شکار ہیں۔ نہ ان کا کوئی ضابطہ ہے، اور نہ کوئی نظام ہے۔ مسلم ملتیں قومی، جغرافیائی حدود میں محصور ہیں۔ اور وہ صرف اپنے وقت کی خیر منا رہی ہیں۔ نظام خلافت کو توڑا ہی اس لئے تھا کہ مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو جائے۔ کیونکہ یہی نظام ایسا تھا جو سینکڑوں سال تک عالم اسلام پر اثر انداز رہا۔ اور جس کی ہیبت و جبروت کے سامنے کسی کی پیش نہ گئی۔

یہ نظام خود ترکوں نے اپنے ہاتھ سے توڑا، مگر انھیں "دہٹی کن سٹی" کو دیکھ کر کبھی شرم محسوس نہ ہوئی۔ اُنہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی ہی چھری سے کاٹا۔ مگر روم کے روحانی تخت کا ایک پایا بھی نہ ہلا سکے۔ انھیں مغربی طاقتوں سے پوچھنا چاہیئے تھا، کہ الغائے خلافت کے بعد تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہوئے؟ مگر روم کی روحانی سلطنت کو کن مقاصد کے پیش نظر برداشت کیا جا رہا ہے۔ آج دنیا کے کسی گوشے میں مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اس کی خبر دینے والا بھی کوئی نہیں۔ مگر روم کی آنکھیں فوراً بھڑک جاتی ہیں۔

"الجمعیۃ" لکھتا ہے کہ یہ خیال نہ کیجئے، کہ پاپائے اعظم کی باتیں ہوا ہوتی ہیں۔ یا چرچ اور اسٹیٹ کی جُدائی کا اثر نہیں رہا۔ ایسا خیال کرنا واقعات کے خلاف ہوگا۔ آخر یہ مسٹر چرچل ہی ہیں، جو اہم معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے متعدد بار پوپ کے آستانہ پر حاضری دے چکے ہیں۔ اور جنہوں نے مقدس پاپا کے قدم مبارک چھونے اور قدموں پر گرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی پوپ کی للکار دلوں میں لرزہ پیدا کر دیتی ہے اسی لئے عیسائی دنیا کو اطمینان ہے کہ آڑے وقتوں میں اس بارگاہ کی طرف رجوع کر سکتی ہے۔ اور ان کا پیشوا ان کے حال زار پر متوجہ ہو سکتا ہے۔

رہے مسلمان، سو وہ محض خدا کے بھروسہ زندہ ہیں اور ان کا بین الاقوامی (یا بین الاسلامی) مرکز دانیال اور باسفورس کی نذر ہو چکا ہے۔"

کاش موجودہ دور کے مسلمان اور ان کے سلاطین اور بزرگان ممالک اسلامیہ اُمتِ مسلمہ کے مقام و منصب اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں — حضرات! ہمارا مطالبہ یہی نہیں کہ آپ غیر مسلم دنیا کے مقابلہ میں اپنا ایک مرکز بنا کر صرف مسلمانوں ہی کا تحفظ مطمحِ قرار دیں۔ بلکہ اسلام کا مطمحِ نظر ساری انسانیت کی بھلائی اور بہبودی ہے اسلام کی رُوح تعصّب کے خلاف ہے۔ تحفّظ کے خلاف نہیں۔ اس کی تنظیم عصبیت پر نہیں، فطرت پر ہے۔ اس لئے اس میں قدرتاً نہ تنگی ہے اور نہ تعصّب۔ عالم گیر پروگرام پیش کرنے والا مذہب آلودہ تعصّب و تنگی ہو ہی نہیں سکتا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

کہدو اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے وہ یہ کہ ہم نہ بندگی کریں مگر اللہ کی اور نہ بنائیں کسی چیز کو اس کا ساتھی اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو ربّ اللہ کے سوا۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

پس اگر وہ اس کے مقتضیات سے

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (۶۴۔ آل عمران) اعراض کریں، تو اعلان کردو کہ گواہ رہو کہ ہم اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔

تشریح۔ اس آیت میں اہلِ کتاب کے ساتھ مصالحت کی راہ کھولی گئی ہے۔

دوسری جگہ کلام اللہ ہی میں یہ بھی ہے کہ:۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۲۴ — اور ہر ایک اُمت میں ڈرانے والا ہو گزرا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۳۶ — اور البتہ ہم نے ہر اُمت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ — اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک ہم اپنا رسول نہ بھیج لیں۔

لفظ اہلِ کتاب میں تمام قومیں آجاتی ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کے لفظ کے نیچے دُنیا کی ساری قومیں آسکتی ہیں۔ (اس کے متعلق ہم نے دوسری جگہ مستقل بحث کی ہے۔ یہاں گنجائش نہیں)

بہرحال اس وقت دُنیا کے دل غیر مطمئن ہیں اور دماغ منتشر اور پریشان ہیں۔ دُنیا امن کی طالب ہے اور سلامتی کی متلاشی ہے۔

امن اور سلامتی کا قیام جنگوں سے نہیں ہو سکا۔ اور نہ دولت و خیرات کی تقسیم سے ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ روٹی اور پیٹ کا مسئلہ بھی اس کو حل نہیں کر سکتا۔ دنیا میں غیر فطری اور غلط نظریۂ اور خود ساختہ نظام زندگی رواج پائے ہوئے ہیں۔ جن سے بے امنی اور بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے۔

حکومتیں رفع ظلم اور فساد کے لئے ہوتی ہیں۔ لیکن موجودہ حکومتیں خود ایسے اسباب پیدا کر رہی ہیں، جو فساد و ظلم کے موجب ہو رہے ہیں۔ یہ حکومتیں قوم پرستی، لادینیت اور جمہوری حاکمیت کے نظریوں پر چل رہی ہیں۔ خدا پرستی اور خدمت انسانیت پر ایک بھی حکومت قائم نہیں۔ بلکہ خدا پرستی اور انسانی اخلاق کو ان تمام حکومتوں نے اپنے محکموں سے باہر کیا ہوا ہے۔

انسان دوستی اور انسانی خدمت کا جذبہ خدا پرستی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

دُنیا میں بگاڑ خدا فراموشی کا نتیجہ ہے

بہر حال، جو کچھ اس وقت دنیا میں بگاڑ ہے، یہ سب خدا فراموشی کا نتیجہ ہے۔ اور خدا تعالے نے انسان کو جس صحیح فطرت پہ پیدا کیا ہے، اور جو زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ بتایا ہے۔ اس سے ہٹنے اور اس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ہے۔ اور یہی دنیا میں ظلم و فساد کی بنیاد ہے

بہر کیف سیاسی رنگ یا معاشی رنگ اور دیگر اسی قسم کے مختلف رنگوں سے خدا کے بندوں کو انسانوں نے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ حکومت کی کلیدوں پر بے انصاف اور خود غرض انسان مسلّط ہیں۔ پھر جب کوئی طبقہ انقلابی ان کے ظلم و بے انصافی سے تنگ آکر ان کی جگہ مسلّط ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو پہلے بے انصاف کر رہے تھے۔

یہ انقلابی چاہے کتنے ہی نیک نیت ہوں، عدل و توسط کے صحیح مقام کو نہیں پا سکتے۔ اس لئے کہ وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اُٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اُٹھتے ہیں۔ پھر سارے معاملات کو انہیں طبقوں کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر بھی غیر جانبدار اور خالص انسانیت کی نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقہ کی طرف غصّے اور نفرت کا اور دوسرے طبقہ کی حمایت کا جذبہ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو حقیقتاً میں ایک جوابی ظلم ہی ہوتا ہے۔ ان کے لئے انتقام، حسد اور عداوت کے جذبات سے پاک ہو کر ایک ایسا معتدل اور متوازن نظام تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا، جس میں مجموعی طور پر تمام انسانوں، موافقین اور مخالفین کی اصلاح ہو۔ (اس کی مثال میں روسی انقلاب کو نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے)

پس ایسا معتدل اور متوازن نظام وہی ہے جو اللہ تعالےٰ نے

خود تجویز کرکے عنایت کیا ہے۔ اب اس بات اور ہمّت کی اشد ضرورت ہے کہ اس کو تمام غلط ضابطوں اور نظریوں پر غالب کردیا جائے جو اس وقت دُنیا میں رائج ہیں۔ خدائی نظام کے قائم اور جاری کیئے بغیر قطعاً دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکے گا۔

خدا تعالےٰ انسانی جذبات سے منزّہ ہے۔ کسی طبقہ انسانی سے اس کا کوئی خاص رشتہ نہیں۔ خدا تعالےٰ کو تمام انسانوں بلکہ خود ان ظالم طبقوں کی بھی فلاح و بہبودی ملحوظ ہے۔ خدا کسی قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں اور طبقوں کو بلا وا دیتا ہے۔ کہ آؤ اس نظام کے اندر رہنا اختیار کرو۔ جو ہم نے تمہارے واسطے مقرر کیا ہے۔ اگر تم اس عدل اور حق کے نظام کو قبول کر لوگے، تب ہی تمہارے لیئے امن و سلامتی ہے۔ اس نظام میں کسی طبقے سے دشمنی نہیں بلکہ دشمنی شرک سے ہے، کفر سے ہے، اور ظلم و فساد سے ہے، بد اخلاقی اور بد اطواری سے ہے۔

اس نظام کو جو لوگ قبول کرلیں گے وہ خواہ کسی طبقہ سے ہوں یا کسی نسل کسی قوم اور ملک سے ہوں وہ یکساں حقوق اور مساویانہ حیثیت سے حزب اللہ (اللہ والوں کی سوسائٹی) میں داخل ہوجائینگے اس لیئے آیت مذکورہ بالا میں (یا اہل الکتاب کے خطاب سے) اہل کتاب سے مصالحت کی راہ کھولی گئی ہے۔ (پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اہل کتاب کے جملہ کے نیچے دنیا کی ساری قومیں آسکتی ہیں) کہ آؤ ان چیزوں پر

اتفاق کرلو جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں۔ یعنے خدا ہی کو معبود برحق ماننا اس کے کاروبار میں کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کے سوا کسی اتھارٹی کو تسلیم نہ کرنا۔ اگر ہمت ہے تو آؤ اور مذہبی اختلافات کا بھی خاتمہ کردو ۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو، کلیسا سے اُٹھا دو

آج بھی دُنیا کے تمام مذاہب کو اسلام کی یہی دعوت ہے، کہ وہ سب مل کر خدائی وحدت پر ایمان لائیں، اور اس کے سوا کسی کو اپنی اتھارٹی تسلیم نہ کریں۔ سوچو یہ اتحاد مذاہب کی کسی پائیدار دعوت بنیاد ہے۔ ہے کوئی جو اس دعوت کو لبیک کہے اور مذہبی اختلافات کا خاتمہ کردے۔

وحدتِ انسانیت اور وحدتِ ادیان

اسلام کوئی پہلے مذاہب سے جدا مذہب نہیں ہے بلکہ باقیات صالحات اور کچھ مزید امور کا مجموعہ مکمل ہے۔ البتہ اس کی مخصوص اور امتیازی شان یہ ضروری ہے کہ اب یہ ضابطہ حیات ہمیشہ کے لئے اور ہر ایک زمانہ کے لئے قرار دیدیا گیا ہے۔

یعنے اسلام کا دائرہ صرف چند قوموں اور نسلوں تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ تمام انسانوں کے لئے ہے۔ اور اس کا — در—

یہود، عیسائی اور مظاہر پرستوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ پس جو شخص ایمان باللہ اور بالیوم الآخر کی شرائط کو پورا کرتا ہے، اور اسلام کی اس سہل الحصول دعوت کو لبیک کہتا ہے وہ نامراد اور ناکام نہیں ہوگا۔

اسلام انسانی بھائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے اور نفرت و دشمنی سے انسان کو بچاتا ہے۔ اسلام انسانیت کا مذہب اور رواداری اور محبت و مساوات اس کے بنیادی اُصول ہیں۔ نیز وہ نہ صرف دوسرے مذاہب کو برداشت کرتا ہے بلکہ ان کے احترام کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ

وحدتِ انسانیت کے متعلق اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ تمام انسان، رنگ، نسل، وطن اور اقلیم و یوم کے اختلاف کے باوجود صرف ایک فکر اور ایک نظام سے وابستہ ہو جائیں۔ وحدت انسانیت کے باوجود انسانوں کی قومی اور گروہی تقسیم ضروری ہے۔ ہر قوم اپنی جگہ ایک مستقل وجود رکھتی ہے۔ ایک قوم کا دوسری قوم میں مدغم ہونا محال ہے۔ باقی رہی یہ چیز کہ قومیت کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق دوسری جگہ بحث کی گئی ہے۔ یہاں موقعہ نہیں۔

اور وحدتِ ادیان کے متعلق اسلام کا یہ نظریہ کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے مختلف خطوں یا قوموں میں جو رسول اللہ آئے، ان کے پیغامات بنیادی اعتبار سے ایک تھے۔ یعنی

اللہ تعالیٰ کو ایک مانو۔ اسی کی بندگی کرو۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ نیک اعمال کرو۔ بُرے کاموں سے بچو! قرآن بھی اسی حقیقت کا داعی ہے۔ اور اپنے کو کتب سماویہ کا مصدق کہتا ہے۔ تمام انبیائے کرام اور ان کی کتب پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ دین کی اصل مشترک کے باوجود احکام و شرائع کے اعتبار سے یہ ادیان مختلف ضرور تھے۔ لیکن یہ اختلاف منزل و مقصود کا نہیں بلکہ صرف ان راستوں کا اختلاف تھا۔ جو منزل مقصود تک پہنچاتے تھے۔

اس اشتراکِ حقیقت کا نام "وحدتِ ادیان" ہے۔ اس کو فطرت اللہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

بہرحال اسلام دراصل مذہب عالم کی تاریخ کی آخری کڑی ہے۔ جس نے تمام ادیان کے بُنیادی اصولوں کو ایک کتاب میں منضبط کر دیا۔ ہر مذہب اپنے زمانہ کے لئے ایک انقلاب کا پیغام لایا۔ اور اس مذہب کے نبی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی اس انقلاب کی حامی بنی۔ اسلام بھی دُنیا میں ایک انقلاب لے کر آیا۔ لیکن جس طرح اسلام پہلے تمام ادیان کا نقطۂ کمال ہے۔ اور اسلام کی کتاب الہامی کتابوں کی مصدق اور ان کی بُنیادی تعلیمات پر جامع ہے۔ اس طرح اسلام کا انقلاب بھی تمام انسانیت کے لئے عام ہے۔ اور وہ اپنے مقصد میں عالم گیر اور بین الاقوامی ہے۔ اسلام کو بین الاقوامی انقلاب

کا نقیب ماننے سے عملاً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک قوم اسلام کے انقلابی اصولوں پر اپنے قومی وجود کی تشکیل کر سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی جمعیت اگر اسلام کے اصولوں کی حامل ہو تو وہ عالم گیریت کی ضد نہیں۔

دراصل اسلام کی بنیاد اس تعلیم پر ہے کہ ابتدا میں تمام انسانوں کی قومیت ایک ہی تھی۔ وہ سب ایک ہی اُمت کے افراد تھے اور ان سب کا رشتہ صرف انسانیت ہی سے وابستہ تھا۔

لیکن جُوں جُوں

انسانی تعلقات کا رشتہ وسیع ہوتا گیا خود انسانوں نے نسلی، قبائلی، وطنی، قومی اور دوسری قسم کی دیواریں کھڑی کر لیں، اور وہ ایک دوسرے کے حریف بن گئے۔

اب اسلام اس لئے آیا کہ (تمام مذاہب کی تصدیق کر کے پیروانِ مذاہب کو ان کی اصلیت کی طرف لے جائے) انسانوں کو ان کی اصل وحدت یاد دلائے، اور تفریق کے تمام بتوں کو پاش پاش کر دے۔ اگر اسلام تمام انسانوں کو وحدتِ انسانی کی دعوت دیتا ہے۔ تو گویا وہ ان کو اصل کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں وہ سب اپنی ابتدا میں ایک ہی پیغام لے کر آئے تھے۔ اور ان سب کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک ہی حقیقت اور ایک ہی معرفت دی گئی تھی مگر زمانے کے ساتھ ساتھ تمام مذاہب نے اپنی اصلیت کو بھلا دیا۔

اور ان کے ماننے والوں نے ان کی صورت مسخ کر دی۔ تو حید کی جگہ کسی نے دو کسی نے تین اور کسی نے بے شمار معبود بنا لیے اور خدا کو بھی اپنے تصوّرات کے سانچہ میں ڈھال کر نیشنلسٹ بنا لیا۔

لیکن اسلام اس لئے آیا کہ تمام مذاہب کو تصدیق کر کے پیروانِ مذاہب کو ان کی اصلیت کی طرف لے جائے اور انہیں یاد دلائے کہ ان کے اصلی مذہب کی تعلیم وہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔

چنانچہ اسلام نے اوّل تو تمام بانیانِ مذاہب کا احترام قائم کیا اور یہ یقین دلایا کہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک ملک، ہر قوم اور ہر زمانہ میں ہادی اور مصلحین بھیجے اور کسی گروہ کو اس برکت سے محروم نہیں کیا۔ پھر اس نے بتایا کہ جن لوگوں نے اپنے اصلی مذہب کی طرف آنا ہے تو وہ اسلام کی طرف آئے۔ کیونکہ جو حقیقت وہ گم کر چکے ہیں اسے اسلام نے محفوظ کر لیا ہے۔ فیہا کتب قیمۃ ۔ یعنی قرآن میں ساری کتابیں محفوظ کر لی گئی ہیں۔ گویا اسلام دوسروں کو کوئی نئی چیز کی طرف نہیں بلاتا۔ اور انھیں اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں دیتا۔ بلکہ ہر انسان کو اسی حقیقت کی طرف بلاتا ہے جسے وہ گم کر چکا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ لوگو! تم اپنی اصل سے ہٹ چکے ہو۔ اور اپنی

چیزوں کو گنوا کر غیر متعلق چیزوں کو لئے بیٹھے ہو۔ آؤ میں تمہیں تمہاری چیز واپس دوں۔ اور تمہاری امانت تمہارے حوالے کر دوں۔ اگر تمہیں اپنی چیز سے محبت ہے، تو وہ اسلام ہے آ کر لو۔ کیونکہ اس نے تمہاری ہر سچائی کو محفوظ کر لیا ہے۔ میں تمہیں کوئی نئی چیز نہیں دیتا، بلکہ تمہاری چیز تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

پس تم اسلام کی طرف یہ سمجھ کر آؤ کہ اپنی چیز حاصل کرنے کے لئے آ رہے ہو۔ باقی جس مسلک پر تم چل رہے ہو، وہ تمہارا اصلی مسلک نہیں ہے۔ اگر تم اپنی دولت کو واپس لینا چاہتے ہو تو اس کی بس یہی صورت اور راہ ہے۔ کہ تم اسلام کے حفاظت کے گھر (قرآن) کی طرف آؤ۔ اس خزانہ سے اپنی کھوئی ہوئی متاع حاصل کر لو۔ کیونکہ آج صرف یہی کتاب قرآن ہے جو تمہاری دولت کو تمہیں واپس کر سکتی ہے۔ اس راہ کے علاوہ اگر تم نے کوئی دوسری راہ اختیار کی تو تم اپنی کھوئی ہوئی متاع کو حاصل نہ کر سکو گے۔

بہر حال اسلام عالم گیر اخوت کا پیغام دیتا ہے، وہ پیغام جس میں اسود، احمر اور سامی، آریائی سب برابر ہیں۔ اسلام ایک ہی دین ہے جو سارے جہان اور سارے زمانے اور ساری آبادی کے لئے ہے۔ تنگ نظر اور وطن اور قوم پرست اتنی بلند اور اس قدر وسیع چیز سے گھبراتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے شپرہ

آفتاب کی کرنوں سے یا مجرم عدالت کی چار دیواری سے ہ

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ و آفتاب راچہ گناہ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسو[ل] ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تا[کہ] اس کو غالب (مسلط) کر دے تمام [دینوں پر] اور اگرچہ ناپسند کریں مشرک لوگ

اسلام کے عالم گیر تصوّرات پر طرح طرح کے اعتراضات [کئے] گئے۔ کہا گیا کہ یہ "عرب امپیریلزم ہے۔ کبھی طبقہ واری سے تعبیر کیا گیا۔ کبھی اسے ناممکن بتایا گیا۔ اور کبھی ناقابلِ عم[ل] بتایا گیا۔ اس کو خونی مذہب بھی کہا گیا۔ اور اس کے اُصو[ل] کو مسخ کر کے دُنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور کئی طرح [کی] جھوٹی باتیں اس کی طرف منسوب کی گئیں۔ لیکن حقیقت ہمیشہ مصنوعی پردوں کے نیچے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور نہ باط[ل] حق کے مقابل میں دیر تک ٹھہر سکتا ہے۔

چنانچہ اب اس دَور میں جبکہ ہر ایک چیز علمیت او[ر] عقلیت کے معیار پر پرکھی جا رہی ہے۔ حقیقتیں اور صداقت[یں] اپنی اپنی جگہ اُبھر رہی ہیں۔ اسلام کی طرف سے پیش کی گ[ئی] اور کہی گئی باتوں کو اب تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور دلائل وبرا[ہین]

ی روشنی اور فلسفہ و سائنس کی تحقیقات سے اسلام کے عالمگیر
صورات واضح ہو رہے ہیں۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔

اور اللہ تمام کریگا اپنے نور کو اور اگرچہ ناپسند کریں مشرک لوگ۔ ہم ضرور دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں بیرونی کائنات اور ان کے نفسوں میں دریہاں تک ظاہر ہوجائے گا ان پر کہ اسلام تو ضرور سچا (حق) ہے۔

پیغمبر اسلام کی رسالت کا عمومی اعلان

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا، الذی لہ ملک السموت والارض لا الہ الا ھو یحی و یمیت فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔

(پ ۹- ع ۱۰)

کہدو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور جس کے ہاتھوں زندگی اور موت کا سررشتہ ہے، پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی اُمی پر جو کہ اللہ پر اور اس کی سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے۔ پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

تشریح۔ یہاں پیغمبر اسلام کی رسالت عمومی کا اعلان کیا گیا ہے یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص ملک، خاص قوم یا خاص زمانہ کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ آپ

انسان کے بچّہ بچّہ کے لئے رسول ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کسی زمانہ اور کسی ملک سے ہو۔

مسلمانوں نے اس اعلان سے آنکھیں بند کر کے بہت بڑا نقصان اُٹھایا ہے۔ اگر وہ اسلام کو دُنیا کے سامنے یہ کہہ کر پیش کرتے کہ ہم تمہاری ہی چیز تمہارے حوالے کرتے ہیں۔ اور اسلام ہمارا ہی نہیں بلکہ تمہارا بھی مذہب ہے، تو دنیا مخالفت پر آمادہ نہ ہوتی۔ ہم نے اسلام کو اپنی جائداد سمجھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس نے اسے غیر سمجھ کر لینے سے انکار کر دیا۔ اسلام نوع انسانی کا بھولا ہوا سبق ہے۔ یہ وہی تعلیم ہے جو انھیں ان کے پیغمبروں اور رشیوں کے ذریعہ دی گئی۔ اسلام ہر شخص کو اس کی اپنی چیز دیتا ہے، اور ساری دنیا کو اس کی کھوئی ہوئی پونجی سے آگاہ کرتا ہے۔

بہرحال، اس آیت سے اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کو حکم دیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں اس بات کا چیلنج اور اعلان کر دو کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ نے تمام کے لئے رسول (پیغمبر) مبعوث کیا ہے۔ اور دوسری جگہ قرآن ہی میں یہ فیصلہ بھی سُنا دیا ہے کہ:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔	لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں

یعنی محمد بن عبداللہ صرف رسول اللہ ہی نہیں بلکہ سلسلہ نبوّت وہی ختم کرنے والے ہیں۔ ان کے بعد کوئی رسول یا نبی مبعوث ہیں ہو گا۔

چونکہ اس فیصلہ کے ہوتے ہوئے منطقی طور پر یہ باتیں ھی خود بخود لازم آرہی تھیں کہ "دین اللہ" جس کے لئے انبیاء لیہم السلام کو مبعوث کیا جا رہا ہے وہ بھی تام اور کامل ہونا چاہیئے۔ اور جو کتاب نازل کی جائے، وہ بھی جامع ومانع دستور لعمل ہو۔ اور یہ چیزیں ہمیشہ کے لئے اور محفوظ بھی رہیں۔ سو س کا چیلنج بھی قرآن حکیم میں ہی کر دیا گیا۔ کہ :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ	اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔ اور اسلام
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔	کو تمہارا دین پسند کیا۔

یہ تو ہوا دین کے متعلق اور قرآن کریم کے متعلق بھی قرآن میں اعلان کر دیا کہ :-

وَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ اِنَّا لَہٗ	ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور اس کی
لَحٰفِظُوْنَ۔	حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔
لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ	قرآن میں باطل کسی راستہ سے بھی
یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ۔	نہیں آسکتا۔

اور یہ بھی فیصلہ دیدیا کہ اسلام کے بغیر دجو اس وقت

دین محمدی کی شکل اختیار کر چکا ہے) کوئی دوسرا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ، وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔

بیشک دین (حق) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور جو کوئی اسلام کے علاوہ دین کو اختیار کرے گا پس وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ اب یہی دین تا اختتام دُنیا باقی رہے گا۔ چونکہ دین اسلام، قرآن اور سنّت کی تعلیمات کا مصداق ہے۔ لہٰذا قرآن کی طرح سنّت بھی ہر پہلو سے محفوظ و مصئون رہے گی۔ یہ ہیں خدا تعالیٰ کے فیصلے جن کو کوئی بدل نہیں سکتا لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔

بہرکیف، یہ وہ پیشین گوئیاں ہیں، جو آج سے پونے چودہ سو سال پہلے دی جا چکی ہیں۔ کیا ان کی صداقت و حقانیت میں ایک ذرّہ برابر بھی فرق معلوم ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلے ہیں اور مسلمان تو ان پر مطلقاً ایمان لائے ہوئے ہیں[1]۔ البتہ غیر مسلم

---

[1] کیا کسی پیشین گوئی کا پورا ہونا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہے؟ ان واقعات نے جو پیش آ چکے ہیں۔ جب ان پیشین گوئیوں کی سچائی پر مہر لگا دی ہے جو ان کے متعلق قبل از وقت کی گئی تھیں۔ تو کیا ان واقعات کو دباقی ص۱۲۹ پر)

دنیا کو یہ حق پہنچتا ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی یہ حق دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان چیلنجوں کو علمی و عقلی معیار پر پرکھیں۔ اور پرکھ کر قبول کریں۔ زبردستی مان لینے کا ان سے مطالبہ نہیں ہے۔ ان کے بارہ میں تو لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کا فیصلہ ہے بلکہ دوسری جگہ قرآن ہی میں ارشاد ہے کہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۳/۶

کہدیجئے کہ میرا جو رستہ ہے اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی طرف علیٰ وجہ البصیرۃ بلاتا ہوں۔ بصیرت کی روشنی میں دعوت میرا کام ہے اور یہی کام میرے پیروکاروں کا ہے، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) صحیح تسلیم کرنے کے لئے جن کے وقوع کے متعلق دوسری پیشین گوئیاں اسی قبیل کی موجود ہیں ہم مورد الزام قرار دئیے جاسکتے ہیں۔ پس ہم چونکہ ان باتوں پر ایمان لائے ہیں جن کے متعلق پیشین گوئی کی جاچکی ہے اور جو پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آئیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم دوسری باتوں پر بھی ایمان لائیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں۔ لیکن ان کے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں ۱۲

تشریح - یہاں ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اسلام کی دعوت بصیرت کی دعوت ہے اور اسلام نہیں کہتا کہ آنکھیں بند کر کے مان لو اور اس کی جانچ پڑتال نہ کرو۔ میری دعوت بصیرت اور حقائق پر مبنی ہے، میں دلائل کے ساتھ اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور جو لوگ میری پیروی کریں گے، ان کا طریقِ عمل بھی یہی ہوگا۔ وہ بھی دنیا کو بصیرت کی راہ سے اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اسلام اس بات سے قطعاً نہیں گھبراتا کہ اس کو سخت سے سخت اصولوں پر جانچا جائے۔ کیونکہ وہ سچائی ہے۔ اور سچائی ہر تنقید کے بعد سچائی رہتی ہے۔ پس اسلام کو کسی عقلی ترقی سے خوف نہیں ہے۔ دنیا جس قدر ترقی کرے گی۔ اسلام اتنا ہی روشن ہوگا۔ اور اس کے آگے ہی آگے نظر آئے گا۔ اور یہ وہ بات ہے جس کا آج بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی کتاب نے اس آیت میں اسلام کو غیر مسلموں کے سامنے علمیت اور عقلیت سے پیش کرنے کو کہا ہے۔

اسلام شمشیر سے نہیں پھیلا

بہرحال اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کے جھوٹے قصے اب ختم ہو رہے ہیں۔ غیر مذاہب کے جدید روشن خیال، صداقت

پسند مؤرخ اب معترف ہیں کہ اسلام اس کی سچائی۔ انصاف اور انسانی ہمدردی ہی کی وجہ سے دُنیا کے قدیم و جدید باشندوں میں پھیلا اور پھیلتا جارہا ہے۔

اسلام نے سابق مسلمانوں کی پاک زندگی۔ سچائی اور رواداری ہی کی وجہ سے سمجھدار غیر مسلم لوگوں کے دلوں پر اثر کیا، اور وہ خود بطیب خاطر برکاتِ اسلام سے استفادہ کرنے کی خاطر مسلمان ہوئے۔

حاصل کلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لیئے قائدِ عالم اور محسنِ اعظم بنا کر بھیجے گئے ہیں، اس کا اعلان خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی ہوگیا، اور آپ کے انقلابی و فکری پروگرام سے بھی اس کی تصدیق ہورہی ہے، آپ کو رحمۃ للمسلمین ہی نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین کہا گیا۔ قرآن میں ہے، وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا۔

مندرجہ کی آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی عظمت اور شان کو ایسی نظم سے تعبیر کیا ہے جو محمد رسول اللہ کی رسالت کی عالمگیری حیثیت اور آپ کی عظمت اور شان پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنے محمد رسول اللہ، اللہ کی ساری مملکت کے رسول ہیں۔ اللہ اکبر! اس سے زیادہ محمد رسول اللہ کے نبی عالمی ہونے کی شان اور کن لفظوں میں بیان کی جاتی تھی۔ اور نیز آپ کو اس آیت شریفہ میں النبی الامی سے پکارا گیا۔ الامی کے دو مفہوم ہو سکتے یعنے منسوب الی الام، و منسوب الی ام القری فافہم۔ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ اللہ کی تمام کلاموں پر یقین رکھتے ہیں۔

حضور کی اصلاحی تحریک، اور انقلابی اور فکری پروگرام کو دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ تنگی میدان سے یہاں ترک کیا گیا ہے۔

بہرحال، اس مکتوب میں بیان کر دیا گیا ہے کہ پہلے ادیان سماوی کی تعلیم کے اصول قرآن حکیم میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہ کہ نبی عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم اور ان حضرات کے اسوۂ حسنات کے جامع تھے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسلام شروع سے ہی ایک چلا آرہا ہے۔ یعنے اس کے بنیادی اصول

ایک سے ہی ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ سے اسلام کو عالم گیر اور بین الاقوامی مذہب بننے کی صورت دیدی گئی ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ سورج سے بھی زیادہ روشن اور ثابت ہیں۔

اسلامی حکومت کے بُنیادی اُصول

اسلام کی طرف سے جو حکومت کے لئے بُنیادی اصول قرار دیئے گئے ہیں، ان میں تمام قوموں اور فرقوں کے حقوق کی پوری رعایت اور حفاظت کر دی گئی ہے۔

مملکت پاکستان کے اکتیس ۳۱ علماء اسلام کے متفقہ فیصلہ سے اسلامی حکومت کے بُنیادی اصول مرتب کیے گئے ہیں۔ پہلے ایک دیباچہ ہے۔ پھر علماء کا متفقہ بیان ہے۔ پھر اسلامی مملکت کے بُنیادی اُصولوں کو بائیس دفعات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک تتمہ ہے۔

دیباچہ، شاید تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے فرقوں کے اکابر علماء نے بالاتفاق وہ اصول مرتب کئے ہیں جن پر قرآن و سنت کے منشاء کے مطابق

ایک اسلامی ریاست کی تعمیر کی جا سکتی ہے۔ اس میں پہلے اشخاص اور افراد متفرق طور پر تو یا رہا ان مسائل کے متعلق اپنی تحقیقات بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہؤا تھا کہ ایک مجلس میں بیٹھ کر مختلف عقائد و مسالک کے نمایندہ علماء نے خالص علمی بحث و تحقیق کے بعد اسلامی مملکت کے تصوّر اور اس کے بنیادی اصولوں کے متعلق اس قدر واضح اور مستند بیان تیار کیا ہو۔

یہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی نظیر اب تک اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ انشاء اللہ ہماری آیندہ تاریخ کی تشکیل میں اس کا حصّہ نہایت اہم ہوگا۔

عُلماء کا متفقہ بیان

ایک مدّت دراز سے اسلامی مملکت کے بارہ میں طرح طرح کی غلط فہمیاں لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسلام کا کوئی دستور مملکت ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کے اُصول کیا ہیں؟ اور اس کی عملی شکل کیا ہو سکتی ہے؟ اور کیا اصول اور عملی تفصیلات میں کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر مختلف اسلامی فرقوں کے علماء متفق ہو سکیں؟

یہ ایسے سوالات ہیں جن کے متعلق عام طور پر ایک ذہنی پریشانی پائی جاتی ہے۔ اور اس ذہنی پریشانی میں ان مختلف دستوری تجویزوں نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ جو مختلف طبقوں کی طرف سے اسلام کے نام پر وقتاً فوقتاً پیش کی گئیں۔ اس کیفیت کو دیکھ کر یہ ضرورت محسوس کی گئی۔ کہ تمام اسلامی فرقوں کے چیدہ اور معتمد علیہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی جائے، اور وہ بالاتفاق صرف بنیادی اصول ہی بیان کرنے پر اکتفا نہ کرے، بلکہ ان اصولوں کے مطابق ایک ایسا دستوری خاکہ بھی مرتب کر دے۔ جو تمام اسلامی فرقوں کے لئے قابل قبول ہو۔

اس غرض کے لئے ایک اجتماع بتاریخ ۱۲۔۱۳۔۱۴۔ اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۱۔۲۲۔۲۳۔ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بہ صدارت مولانا سید سلیمان ندوی کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں اسلامی دستور کے جو بنیادی اصول بالاتفاق طے ہوئے ہیں۔ انہیں فائدہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

بنیادی اصول

اسلامی مملکت کے دستور میں حسب ذیل اصول کی

تعریح لازمی ہے:۔

۱۔ اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

۲۔ ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہو گا۔ اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا۔ نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا، جو کتاب کے خلاف ہو۔

نوٹ۔ اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔ تو اس کی تشریح بھی ضروری ہے۔ کہ وہ بتدریج ایک مدت معینہ کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دئے جائیں گے۔

۳۔ مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصول و مقاصد پر مبنی ہو گی، جس کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ حیات ہے۔

۴۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ قرآن و سنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے۔ منکرات کو مٹائے۔ اور شعائر اسلامی کے احیاء و اعلاء اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لئے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے

۵۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا۔ کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتہ

اتحاد و اُخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، لسانی، علاقائی، یا دیگر مادی امتیازات کے اُبھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

۶۔ مملکت بلا امتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کو لابدی انسانی ضروریات، یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہو گی۔ جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں۔ یا نہ رہے ہوں، یا عارضی طور پر بے روزگاری بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

۷۔ باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظ جان و مال و آبرو، آزادی مذہب و مسلک، آزادی عبادت، آزادی ذات، آزادی اظہار رائے، آزادی نقل و حرکت، آزادی اجتماع، آزادی اکتساب رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی

اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

۸۔ مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سند جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا، اور کسی جُرم کے الزام میں کسی بغیر فراہمی موقعہ صفائی و فیصلہ عدالت، کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

۹۔ مُسلّم اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہونگے۔ اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا۔ کہ انہی کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

۱۰۔ غیر مسلم باشندگانِ ملک کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۱۔ غیر مسلم باشندگان مملکت سے حدود شرعیہ کے اندر جو معاہدات

کیئے گئے ہوں، ان کی پابندی لازمی ہوگی۔ اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ ۷ میں کیا گیا ہے، ان میں غیر مسلم باشندگانِ ملک اور مسلم باشندگانِ ملک سب برابر کے شریک ہوں گے۔

۱۲۔ رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔ جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے نمایندگان کو اعتماد ہو۔

۱۳۔ رئیسِ مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا۔ البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

۱۴۔ رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی۔ یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمایندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

۱۵۔ رئیسِ مملکت کو یہ حق نہ ہوگا۔ کہ وہ دستور کو کلاً یا جزءً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

۱۶۔ جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی۔ وہی کثرتِ آراء سے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

۱۷۔ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا۔ اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

۱۸۔ ارکان و عمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا۔

۱۹۔ محکمہ عدلیہ محکمۂ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا۔ تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئتِ انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

۲۰۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی۔ جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

۲۱۔ ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزاء انتظامی متصوّر ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا۔ مگر انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

۲۲۔ دستور کی کوئی ایسی تعبیر نہ ہوگی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو

نتائج اصول

• اب کسی کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں کہ مسلمان جیسی کچھ حکومت بنا بیٹھیں وہ اسلامی حکومت ہے۔

▪ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام ایک دین کی حیثیت سے ریاست اور سیاست کے لئے اپنے کچھ مخصوص اصول رکھتا ہی نہیں۔

• اب کسی کے لئے یہ موقع باقی نہیں رہا کہ اپنے خود ساختہ بنیادی اصولوں اور دستوری خاکوں پہ اسلامی کا لیبل لگا کر انہیں جعلی نوٹوں کی طرح لے کر بازار میں چلا سکے۔

▪ اب یہ دعویٰ کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ کہ مسلمان فرقوں کے مذہبی تنازعات ایک اسلامی حکومت کے قیام میں مانع ہیں۔

▪ اب اس جاہلانہ بدگمانی کے فروغ پانے کا بھی امکان نہیں رہا۔ ہے کہ دورِ جدید میں ایک ترقی پذیر ریاست کے لئے اسلام کے اصول سیاست موزوں نہیں ہیں۔

• اب یہ جھوٹ بھی نہیں چل سکتا کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

علماء پاکستان کے مستند اور متفق علیہ بیان نے ان تمام غلط فہمیوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

یہ بیان ایک ایسا چارٹر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف پاکستان ہی کی حکومت کا سنگ بنیاد ثابت نہ ہو گا۔ بلکہ دوسرے مسلمان ملکوں کے لئے بھی مشعل راہ بنے گا۔ جن مسلمان ملکوں میں اس وقت لادینی ریاستوں کی نقل اتاری جا رہی ہے۔ وہ سب انشاء اللہ اس چارٹر سے ہدایت پائیں گے۔

یہ بنیادی اصول علماء پاکستان سنہ سے مرکز میں پیش کر چکے ہیں۔ لیکن تاحال مرکزی ارکان تذبذب میں ہیں۔ اب ۱۹۵۵ء ہے۔ لیکن مملکت پاکستان کا آئین حکومت اب تک عملاً منصۂ شہود پر نہیں آ سکا۔ بعض مرکزی ارکان کا رجحان غیر اسلامی آئین کی طرف بحال ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان حکومتوں کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے، اور ان کے در و دیوار پر ایسے لوگ مسلط ہیں جو اسلامی اصول سے نابلد ہیں۔ اور اسلامی طاقت سے بے خبر ہیں۔ ان میں کے اکثر افراد غیر اسلامی ذہنیت رکھنے والے ہیں۔ اسلام کی عالم گیریت اور وسعت پذیری اور اس کی بلندیٔ فکر و نظر سے بے خبر ہیں۔ یہ ان کا اپنا قصور نہیں ہے۔ بلکہ ان کی تعلیم و تربیت

ہی ایسے ماحول سے ہوئی ہے کہ جہاں اسلام کو بہت بری شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کی اصل صورت وشکل اور اس کے آئین واصول سے نابلد رہے ہیں۔
اور اس وقت کی اسلامی حکومتوں اور قومی اداروں میں عموماً اسی ذہنیت کے حضرات برسرِ اقتدار ہیں۔

پس اسی قسم کے اصحاب اسلامی نظامات کے قائم ہونے کے درمیان سخت پتھر بنے ہوئے ہیں۔ انصاف اور اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ ایسے اصحاب اگر واقعی مسلمان عملیاً اور مسلمان ہی دنیا سے رخصت ہونا چاہتے ہیں تو اپنی ذہنیت کو اسلامی ذہنیت بنائیں پھر اپنی زندگی کے حالات کو اسلام کے مطابق کریں۔ اور باری تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا فکر اور خوف پیدا کریں۔ اور خود بخود اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں۔ یا کسی دوسرے کاروباری محکمہ جات میں کوئی خدمت اپنے ذمہ لے لیں۔

علماء کرام کی آخری خواہش

شاہانِ عالی مقام وقائدینِ ممالک اسلامیہ دفقکم اللہ لما یحب ویرضاہ۔ حضرات متدین علماء اسلام کا یہ مطالبہ کبھی نہیں

ہو سکتا کہ آپ حکومت ان کے سپرد کر دیں۔ یا کوئی عہدہ عنایت کریں۔ یا عیش و راحت کے لئے کوئی وظیفہ وغیرہ مقرر کریں۔ بلکہ ان کا مطالبہ اور خواہش یہ ہے کہ آپ اس اقتدار کے ذریعہ سے جو آپ کو حاصل ہے نظامِ اسلامی قائم کریں۔ اور کلمۃ اللہ کو بلند کریں اور ایسے علماء اسلام کے مشوروں سے حکومتوں کو چلائیں۔

باقی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے سارے بندوں کے لئے ہیں۔ لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے حکم و اجازت سے ان کو استعمال میں لایا جائے۔ اسلام خوش زندگی کو مطلقاً ناپسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی[له]

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا
مے تو اند کہ دہد اشک مرا حسن قبول
آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

ابو احمد عبد اللہ لودھانوی
مہتمم دار العلوم نعمانیہ گوجرانوالہ مغربی پاکستان،

(اتحاد پریس ال ردوڈ لاہور)

[له] اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا۔ سو بیشک اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

ضمیمہ نمبر ا ضمیمات

اسلام کی اشاعت کیلئے پروپگنڈا کی اشد ضرورت

اس وقت اسلام کی اشاعت بذریعہ لٹریچر بڑا ضروری اور اہم کام ہے۔ جب سے اسلامی فتوحات کا سلسلہ رُکا ہے، اسی ذریعہ سے اسلام پھیلتا اور ترقی کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ اس وقت تسلیم شدہ بلکہ آزمودہ بات ہے کہ پروپیگنڈا ایک زبردست طاقت ہے۔ اگر ہمارا پروپگنڈا صحیح اصولوں پر جاری رہے۔ مؤثر انداز میں کتابی شکل میں لٹریچر تیار کر کے اس کثرت سے پھیلایا جائے۔ کہ ہر مکتب خیال تک پہنچ سکے۔ نیز ممالکِ اسلامیہ کے قائدین پروپگنڈا کے ان تمام ذرائع کو جو ان کے قبضہ و قدرت میں ہیں استعمال میں لائیں۔ تو چند برسوں میں دعوتِ حق کو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور تحریک بنایا جا سکتا ہے۔ جس کا راستہ روکنا پھر کسی طاقت کے لئے ممکن نہ ہو گا۔ اور دُنیا کو اسلامی نظام کے اپنانے کے سوا چارہ کار نہ رہے گا۔

بہر حال اس سلسلہ میں زبانی تقریروں اور لیکچروں کے مقابلہ میں لٹریچر کی اشاعت کتابی شکل میں زیادہ مفید اور مؤثر ہے۔ کیونکہ اخبار اور رسائل میں جو مضامین دیکھے جاتے ہیں۔ وہ ذہنیت کو بھی متاثر

نہیں کرتے۔ اور ویسے بھی بھولی بسری چیز ہو جاتی ہے۔ لیکن جو باتیں کتابی شکل میں پیش کی جاتی ہیں ایک وہ محفوظ رہتی ہیں، دوسرے یہ بات بھی ہے کہ آدمی کی زندگی اور اس کی ذہنیت کتابوں کے ٹھوس مطالعہ کے بعد ہی بدل سکتی ہے۔ نہ کہ محض ایک خوش بیان مقرر کے کچھ الفاظ سُن کر اور سطحی طور پر اخبارات و رسائل کو پڑھ کر۔

نوا را تیز تر مے زن جو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

ضمیمہ نمبر ۲

"آج کی دُنیا کا مُستقبل"

آج کی دُنیا کو ہدایت کی طرف لانے کے لئے حق کا عملی نقشہ سامنے کیا جانا ضروری ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ	جب خدا کی مدد آئی اور فتح حاصل
وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ	ہوئی اور تم دیکھو گے کہ لوگ فوج در
فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ	فوج دینِ الٰہی میں داخل ہوں گے
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ	پس تم اپنے رب کی حمد بیان کرو اور

کَانَ تَوَّابًا۔ اور اس سے اپنی حفاظت چاہو کیونکہ

وہ رجوع کرنے والوں کو باریاب فرماتا ہے۔

تشریح۔ اسلام اپنے دلائل اور صداقت کی وجہ سے کامیاب ہو چکا ہے۔ اور اس نے باطل پر نمایاں فتح حاصل کر لی ہے۔ اسلام کا نقشہ سامنے ہونے سے تمام اعتراضات اور مفروضہ رکاوٹیں پادر ہوا ہو جائیں گی۔ اور جو لوگ حق کے پیاسے ہیں وہ اسلام کے آبِ زلال کے پاس دوڑ کر آئیں گے۔ اور کثرت کے ساتھ دینِ الٰہی کو قبول کرینگے۔ مگر یہ کامیابی اور فتح اسی وقت مبارک ہو گی کہ مسلمان خدا کو نہ بھولیں۔ اور ان کا کردار خدا ترسی کا مظہر بن جائے۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اگر مسلمانوں نے اپنے کردار کو غیر اسلامی بنایا اور خدا کی بجائے طاغوتی طاقتوں کیطرف جھکنے لگے، اور مادی ترقی میں گم ہو کر عقلی اور رُوحانی ترقی سے غافل ہو گئے۔ تو خدا بھی انہیں بھلا دیگا۔ اور اعمال کے نتائج سے بچ کر کہیں نہیں جا سکیں گے۔

مولانا محمد علی قصوری بیان کرتے ہیں کہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم نے سٹالن روس کا سابق ڈکٹیٹر کے سامنے اسلام پیش کیا اور بتلایا کہ اسلام دُنیا کی معاشی اور سیاسی مشکلات کا حل کمیونزم سے زیادہ بہتر طریقے سے پیش کرتا ہے۔

اس نے تھوڑے سکوت کے بعد کہا کہ مولانا ممکن ہے یہ بات صحیح ہو؟ لیکن کیا آپ ایک چپہ بھر زمین کا پتہ دے سکتے ہیں، جہاں قرآن وسنت کا نظام رائج ہو؟

مولانا نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا کہ جواب میں ہمیں خاموش ہونا پڑا۔

نیز مولانا عبید اللہ قدس سرہٗ نے لودھانہ میں ایک مجلس میں فرمایا تھا۔ کہ اشتراکیوں نے مجھ سے کہا کہ اگر کسی خطہ زمین میں اسلامی نظام کی حکومت ہوتی تو ہم اس کو قبول کر لیتے۔

پس آج دنیا میں اگر کسی خطۂ زمین پر صحیح معنی میں اسلامی حکومت قائم کر دکھائی جائے۔ تو غالب گمان ہے کہ غیر مسلم دنیا کی بڑی حکومتوں میں سب سے پہلے جو حکومت اس نظامِ حکومت کو قبول کرے گی وہ روسی حکومت ہو گی!

علامہ اقبال مرحوم کی دوررس نگاہ اسی بات کو تاڑ رہی تھی۔ اسی لئے مرحوم پاکستان کے قیام پر زور دے رہے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں

؎ روس را قلب و جگر گردیدہ خوں
از ضمیرش حرفِ لا آمد بروں

روس کا قلب و جگر خون ہوا۔ اسی وجہ سے اس کے ضمیر سے حرفِ لا

(یعنے لاالہ) ظاہر ہوا ہے

آن نظام کہنہ را برہم زد است
تیز نیشے بر رگِ عالم زد است

اسی لئے اس نے پرانے نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور جہاں کی رگ پر تیز نشتر لگایا ہے

کردہ ام اندر مقاماتش نگہ
لا سلاطین، لا کلیسا، لا الہ

میں نے اس کے مقامات کو غور سے دیکھ لیا ہے کہ وہ شاہنشاہیت اور مذہبی حکومت کے خلاف ہیں ہے

فکرش اندر تند باد لا بماند
مرکب خود را سوئے الّا نہ راند

اس کا فکر لا الہ ہی کی تیز ہواؤں میں الجھ کر رہ گیا۔ اپنی سواری الا اللہ کی طرف نہ چلا سکا ہے

آیدش روزے کہ از جوشِ جنوں
خویش را زیں تند باد آرد بروں

لیکن ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ وہ جوشِ جنوں سے اپنے کو اس تیز رو ہوا سے باہر نکالے گا۔

در مقامِ لا نیاساید حیات ‌ ‌ ‌ ‌ سوئے الّا مے خرامد کائنات

صرف لا الٰہ کے مقام میں زندگی قرار نہیں پا سکتی۔ اس لئے کہ ساری کائنات الا اللہ کی طرف چل رہی ہے ۔

لا و الّا ساز و برگِ امتاں ‌ ‌ ‌ ‌ نفی بے اثبات مرگِ امتاں

تمام اُمتوں کی زندگی کا سامان لا الٰہ اور الا اللہ ہر دو کلمے ہیں۔ جہاں صرف لا الٰہ نفی ہی ہو، ساتھ الا اللہ کا اثبات نہ ہو اُمتوں کی موت ہے ۔

در محبت پختہ کے گردد خلیلؑ ‌ ‌ ‌ ‌ تا نہ گردد لا سوئے الّا دلیل

دیکھو خلیل اللہ نے لا الٰہ سے الا اللہ کی طرف رہنمائی حاصل کی۔ اور محبت میں پختہ ہو گئے ۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن ‌ ‌ ‌ ‌ نعرۂ لا پیش نمرودے بزن

اے وہ عاشق جو صرف حجروں میں ہی ذکر و شغل میں مشغول ہے اس کو چاہیئے کہ نمرودوں کے سامنے جا کر لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگائے ۔

ایں کہ مے بینی نیرزد با دو جو ‌ ‌ ‌ ‌ از جلالِ لا الٰہ آگاہ شو

یہ جو کچھ تو دیکھتا ہے (اخلاص کے بغیر) دو جَو کی قیمت نہیں رکھتا۔ لا الٰہ کی جلالت شان سے باخبر ہونا چاہیئے ۔

ہر کہ اندر دست او شمشیرِ لاست ‌ ‌ ‌ ‌ جملہ موجودات را فرماں رواست

جس شخص کے ہاتھ میں لا الٰہ الا اللہ کی تلوار ہو گی وہ ساری موجودات کا فرماں روا ہو گا۔

ضمیمہ نمبر۲ ترجمہ آیات و احادیث صفحہ ۱۷/۱۸

آیت نمبر۱۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا، تو پھر کوئی غالب نہ ہوسکے گا، اور اگر اس نے مدد چھوڑدی تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرسکے، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر۲۔ اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے

آیت نمبر۳۔ اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

آیت نمبر۴۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے، وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جما رکھے گا۔

آیت نمبر۵۔ اور اللہ کے لشکر آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

آیت نمبر۶۔ اور جو لوگ ہمارے کاروبار میں مشقت برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو ضرور اپنے راستے بتلاتے ہیں، بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

آیت نمبر۷۔ وہی لوگ ہیں اللہ کی جماعت بے شک اللہ ہی کی جماعت نجات پانے والی ہے۔

حدیث نمبر۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے کسی بری بات کو دیکھے، اس کو چاہیئے کہ برائی کو ہاتھ سے روکے، اگر

اس کی طاقت نہ ہو، تو زبان سے روکے۔ پھر اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اس برائی کو دل سے برا جانے۔ اگر دل سے بھی برا نہ جانا، تو سمجھو کہ اس کے دل میں رائی دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث نمبر۲۔ نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ایسے خیر قرون میں سے ہو کہ اگر اپنے اسلامیات میں سے دسواں حصہ کم کر دو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور آیندہ چل کر ایسے زمانے آنے والے ہیں کہ اگر اس وقت کے مسلمان تمہارے اسلامیات کا عملاً دسواں حصہ بھی حاصل رکھیں گے تو وہ ناجی اور کامیاب ہوں گے۔

حدیث نمبر۳۔ نبی کریم نے فرمایا، ایسے زمانے آنے والے ہیں کہ ان زمانوں میں مسلمانوں کا صبر کرنا ہاتھ پر آگ کے شعلے کو پکڑے رکھنے کے برابر ہوگا، اور اس وقت کے ایک مسلمان عمل کرنے والے کا درجہ تمہارے جیسے پچاس مسلمانوں کے برابر ہوگا۔

ہمارے معاونین

یہ مکتوب صرف دو صالح ہستیوں کے صرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ ایک صاحب نے کتابت کا پورا خرچ برداشت کیا۔ اور دوسرے صاحب نے طباعت وغیرہ کا سارا خرچ اپنے ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو صاحبان کی نیک اُمیدوں اور تمناؤں کو پورا فرمائے اور دیگر نیک خیال صاحبِ ثروت مسلمانوں کو ایسے مخلصوں کی تقلید کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (ابو احمد عبد اللہ)

فروگذاشتیں

نمبرا صفحہ ۱۷ اور ۱۸ کی آیات و احادیث کا ترجمہ صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲ میں دیکھا جائے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۲	انداز	آغاز
۴۲	۱۲	ندا	خدا
۴۲	۱۶	تری	تبری
۴۵	۶	مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ	مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ
۹۳	۱۱	عصبیت	عصبیتہ
۱۱۲	۴	الفاسئ	الخاسئ
۱۱۳	۱۴	لا تعبد الا اللہ ولا یتخذ	الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ
۱۲۳	۱۹	شبرہ	شپیرہ
۱۳۸	۴	کسی بغیر	کسی کو بغیر
۱۴۲	۷	چارے	چار رٹے
۱۴۹	۲	نقام	نظام

بقیہ فہرست

۶۲	ضمیمات	صفحہ ۱۴۵
۶۳	اشاعت کے لئے پروپگنڈے کی ضرورت	//
۶۴	آج کی دُنیا کا مستقبل	۱۴۶
۶۵	ترجمہ آیات و احادیث	۱۵۱
۶۶	ہمارے معاونین	۱۵۲

نمبر سلسلہ اشاعت و تبلیغ ۱۲

اذھب بکتابی ھذا فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون
(سورہ نمل ۵/۱۹)

تمہید الترغیب

یعنے تمام دُنیا میں عالم گیر انقلاب اور امن پیدا کرنے والے

اسلامی لٹریچر کے طبع اور شائع کئے جانے کی

زبردست اپیل

تا تہ و بالا نگردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

(مرتبہ)

ابو احمد عبد اللہ لدھیانوی گوجرانوالہ

شائع کردہ

مولوی عبد الواسع ناظم دار العلوم نعمانیہ۔ گوجرانوالہ
شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم نعمانیہ گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید التمہید

میں نے یہ کام کس لئے شروع کیا؟

اس کا جواب یہ ہے، کہ اس میں میری کوئی دُنیاوی اور ذاتی غرض نہیں۔ اور نہ جماعتوں میں کسی جماعت کا اضافہ مقصود ہے۔ بلکہ وقت حاضر کے اہم کام اور دَور کے شدید تقاضے کو پیش کرنا ہے۔ غالباً یہ وہ زمانہ گذر رہا ہے۔ جس کے متعلق قرآن حکیم میں :۔

سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

یعنی ہم ان کو بہت جلد اپنے نشانات قدرت دکھائینگے مظاہر عالم کے اندر بھی اور خود انکے نفوس میں بھی۔ جس سے ان لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا، کہ اسلام تو ضرور سچا ہے۔

پیشین گوئی کی گئی ہے ـــــ اس وقت تمام دنیا کئی قسم کی بے چینیوں میں گرفتار ہے۔ دُنیا کے بڑے لوگ امن وسلامتی کے قائم کرنے کے لئے تدابیر میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے اصول و نظریات کے متلاشی ہیں، جو امن و سلامتی کے لئے بُنیاد کا درجہ

رکھتے ہوں۔ لیکن اب تک ان بڑے لوگوں کو اس میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ جو بھی قدم اٹھتا ہے پہلے سے زیادہ نقصان رساں ثابت ہوتا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم کے مسلمان قوم کو حالاتِ زمانہ یہ پکار رہے ہیں۔ کہ ؎

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے

بے شک اس وقت دنیا کی قوموں کے حالات و انقلابات پر نظر رکھنے والا معلوم کرے گا۔ کہ اس وقت غیر مُسلم قوموں کا رجحان اسلام کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ کیونکہ ان مشکلات کا حل ان کو اسلام میں نظر آرہا ہے۔ اپنے اپنے مذاہب میں ترامیم تو اسلام کے ظاہر ہونے کے وقت سے ہی کرتے چلے آرہے ہیں اور ان کی حکومتیں آئینِ اسلام کو اپنے خود ساختہ نظریئے کہہ کر اپناتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ؎

حقیقت چھُپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

یہی وجہ ہے کہ اب اسلام کا نام لے کر اس کی تعریف و توصیف ہو رہی ہے۔ اور اسلامی لٹریچر کو شائع کیا جا رہا ہے۔

ہمارے پڑوس میں ہی ہندوستانی حکومت نے ہندو قوم کے ہزاروں برس کے رسم و رواج کو ترک کرکے عورتوں کے لئے حق وراثت اور نکاحِ ثانی و نکاح بیوگاں و مسئلہ طلاق و خلع کو پاس کرلیا ہے۔ اور مساوات کے لئے چھوت چھات کو جُرم قرار دیدیا ہے۔

بہر حال یہ وہ دور ہے کہ اسلام مسلمانوں کو پکار رہا ہے کہ وہ میدان میں نکلیں اور اپنے اعمال و اخلاق اور دعوت و تبلیغ سے غیر مُسلموں کے سامنے علمی و عقلی معیار سے اسلام کو ہمدردی اور رواداری سے پیش کریں۔ بظاہر

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ	جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ	اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے
فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا۔	دین میں غول در غول۔

اور

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ	اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی

اور

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ صف ۲۸	کہ غالب کردے اسلام کو سب دینوں

کا باہم قران ہوتا ہوا معلوم ہو رہا ہے ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے ۔۔۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد قریب ہو رہی ہے ؂

رنگ گردوں ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلے ہوئے سورج کی اُفق تابی ہے

اس وقت اگر مسلمان نہیں اُٹھیں گے، تو ممکن ہے کہ اس کام کے لئے کسی اور قوم کو بدل کر قائم کر دیا جائے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (۴۷ پ)

اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ اور قوم سوائے تمہارے بدل دے گا، پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے

اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی اور اس کے فیصلے اٹل ہیں۔

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (۸ پ)

تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا وَ حَدِيْثًا۔

بات کہنے اور قصہ بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔

خود قرآن میں موجود ہیں۔ اور سارے قرآن میں جو فیصلے اور وعدے و دیگر واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اپنی جگہ حق و

صدق ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم کا ایک ایک فقرہ و شوشہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور اپنی جگہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے۔

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ — ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو اُتارا ہے اور ہم نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ ذمہ لے لی ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ — باطل اس میں کسی جانب سے بھی داخل نہیں ہو سکتا۔

قرآن اور اسلام کی باتوں کی صداقت ۱۳۷۵ھ سال سے روز روشن کی طرح واضح ہوتی چلی آرہی ہے۔ اسلام پر جو قسم قسم کے من گھڑت اعتراضات کئے جاتے رہے۔ ساتھ ساتھ زمانوں کی ترقیات خود ان سب کو دور کرتی اور مسکت جوابات دیتی چلی آتی رہیں۔ بلکہ غیر متعصب اور منصف مزاج غیر مسلم برادران بھی ان کی تردید کرتے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی حیرت انگیز غلط فہمی

موجودہ دور کے بعض مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہ "دعوت و تبلیغ اسلام" کے لئے بڑے ساز و سامان اور بڑی طاقت کی ضرورت ہے ـــــ یہ ان کی سخت غلطی

ہے۔ کیونکہ اسلام ایک ایسی حقیقت اور صداقت ہے۔
اس کو سمجھ لینے کے بعد ہر عقلمند، منصف مزاج، غیر متعصب
قبول کرسکتا ہے۔ اسلام اپنی اس خوبی کی وجہ سے اپنے زمانہ
ظہور سے پھیلتا چلا آرہا ہے۔ اور غیر مسلم منصف مزاج اس کے
لٹریچر کے مطالعہ سے مسلمان ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یعنی
جب سے مسلمانوں کی طرف سے دعوت وتبلیغ کا نظام
مضمحل ہوا ہے، غیر مسلم صرف اسلام کے مطالعہ ہی سے
مسلمان ہوتے چلے آرہے ہیں۔

بہر حال

صرف اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ زمانہ کے معیار کے
مطابق علمی اور عقلی طریق سے اسلام کو ان لفظوں کے ساتھ
پیش کیا جائے، کہ اسلام ساری انسانیت کی مشترک چیز ہے۔
یہ کسی خاص قوم کی متاع نہیں۔ جس کے اپنانے میں، گھن کی
جائے۔

مزید براں یہ بات بھی ہے کہ جو رکاوٹیں اس راستہ میں
حائل تھیں وہ خود بخود اٹھتی جارہی ہیں۔ قوم پرستی، نسل پرستی،
وطن پرستی علیٰ ہذا دیگر پرستیاں اب قوموں کے درمیان ناپسند

کی جا رہی ہیں۔ بلکہ اُن سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اور قومیں باہم میل ملاپ سے فطرت کی طرف آ رہی ہیں۔ اور صرف انسانیت پر اکٹھا ہؤا چاہ رہی ہیں۔ اسلام کے عالم گیر اصولوں اور اس کی ہمہ گیر تعلیمات سے ان قوموں کے ذہن بدلتے جا رہے ہیں۔

اسلام کی فطرت میں خود ایسی خوبی اور لچک ہے کہ غیر مسلم خود بخود اس کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور یہ بات بھی ہے کہ اسلام کی پیٹھ پر خدا کا ہاتھ ہے، جو اس کو روشن اور روحانی طور پر طاقت ور کرتا جا رہا ہے۔ اسلام خود اللہ تعالےٰ کا وضع کیا ہؤا ہے۔ ضروری ہے کہ خدا کی نصرت و امداد اس کے ساتھ ساتھ ہو ؎

تو مگو ما را بداں شاہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست

یہ ہیں مختصر اور چند وجوہات جن کی وجہ سے میں نے اس کام کو موجودہ دور میں خصوصاً شروع کرنا ضروری سمجھا۔

میرے خیال میں ہر ایک مسلمان کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ حسب استطاعت اس میں حصّہ لے۔ شروع ہم نے کر دیا ہے۔ اب آگے اس کو تنظیم کی شکل دینا اور انجام کو پہنچانا

جس جس کے مقدر میں ہوگا، شامل ہوتے چلے جائیں گے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

ہم جو کچھ کر سکتے ہیں، اس کے مکلف ہیں۔ اور جو کام ہمارے اختیار میں نہیں، اس کے ہم مخاطب بھی نہیں۔ اس کا تو بہرحال یقین ہر ایک کو حاصل ہی ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جس حق کو نازل فرمایا ہے، اسے ناممکن العمل بنا کر نازل نہیں فرمایا۔ اس کے حق ہونے میں جہاں اور بہت ساری شرائط ہو سکتی ہیں وہاں اس کے ممکن العمل ہونے کی بھی ایک شرط لازماً شامل ہے۔ اس لئے امکان اور عدم امکان کی بحث سے پہلے صرف طے کرنے کی بات یہ ہے۔ کہ آیا یہ حق ہے بھی یا نہیں۔ جب یہ بات طے ہو جائے۔ تو پھر ان عملی سہولتوں اور نیز دشواریوں پر غور کیا جا سکتا ہے۔ جو ان کے مطابق کام کرتے ہوئے پیش آسکتی ہیں۔

ممکن ہے ایک گروہ عملی دشواریوں کی وجہ سے ان عزیمت کے مراحل کو طے کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پائے۔ لیکن پوری قوم کے متعلق آخر کس طرح یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے

آپ کو اس کا اہل نہیں بنا سکتی۔

باوجود صدیوں انحطاط و زوال کے اب بھی اس قوم میں اس قدر جان باقی ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی محنت کرنے والا گروہ صبر و استقامت کے ساتھ حق کی طرف موڑنے کی کوشش کرے تو پھر اس کی قوت کارکردگی بڑے دور رس نتائج پیدا کریگی۔

یہ بات بھی ہے کہ داعی کا کام حق کی دعوت دینا ہے۔ اس کو یہ بھی غور نہیں کرنا چاہیئے، کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھرینگے یا نہیں۔ اور نہ اس میں سر کھپانا چاہیئے، کہ زمانہ سازگار ہے یا نہیں؟ اس کو تو ان تمام باتوں سے قطع نظر کرکے اور یہ فیصلہ کرکے کہ اس کا تعلق اس کی ذات سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے بالکل مطمئن ہو جانا چاہیئے۔ اور صرف اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس کا اپنا فرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ جس مقصد کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور اس کے خیال میں تمام دنیا کے لئے یکساں مفید ہے، اس کی دعوت دے۔ اس کو اس تردد میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ کہ لوگ اس کی دعوت پر اپنا فرض پورا کرینگے یا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کریں گے یا نہیں۔

باقی رہا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کا معاملہ تو مجرد یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حق واضح کیا ہے، اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کی دعوت دینا، لوگوں کا قبول کرنا اور دنیا میں اس کا فروغ پانا ممکن ہے۔ اگر وہ اس کا عزم لے کر اٹھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کام میں مدد فرمائیں گے۔ ایک قادر مطلق خدا کے متعلق یہ ہرگز گمان نہیں کیا جا سکتا، کہ جس راہ مستقیم کی طرف وہ ہدایت فرمائے اس پر چلنا ناممکن ہو، اور جس کو وہ فطری نظام زندگی قرار دے۔ وہ پیچیدہ اور ناممکن العمل ہو۔ نیز مہربان پروردگار کے متعلق یہ گمان بھی ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بندے کو حکم دے کہ تیرے کرنے کا کام یہ ہے، اور اس میں تیری نجات ہے، اور میری خوشنودی ہے۔ جب وہ اس کو کرنا شروع کرے اور اس کے سامنے مشکلات آئیں، تو خدا اس کو تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دے، اور اس کی کوئی مدد نہ کرے۔ [۶۳]
(ندوۃ العلماء)

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کہا جائے کہ اور لوگ بھی تو اسلام کی حقانیت و صداقت اور اس کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔ وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بے شک؟ لیکن ان حضرات کی

کوششوں کا دائرہ مخصوص اور محدود ہے، اور بعض کی غرض تجارت ہے، اور بعض صرف اپنی دکان کو چمکانا چاہتے ہیں اور بعض نے تصنیف و تالیف کو ذریعۂ گذر اوقات بنا رکھا ہے۔

لیکن ہمارا مقصد ساری دنیا خصوصاً غیر مسلم برادران کو مخاطب قرار دے کر دعوت و تبلیغ اسلام کو علمی اور عقلی طور سے پیش کرنا ہے۔ تقابلی شکل میں نہیں۔ اور نہ کسی مذہب کی تردید مقصود ہے۔ اسلام کو تعمیری اور اثباتی شکل میں سب انسانیت کی مشترکہ جزو قرار دے کر پیش کرنا ہے۔ نہ شہرت مقصود ہے اور نہ تجارت غرض ہے۔ بلکہ ؎

مے تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول
آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

آئندہ مجموعات کے بعض عنوانات

جن میں ہم نے اسلامی تعلیمات اور علم و عقل کی روشنی میں مسلم اور غیر مسلم کی بھلائی کے پیش نظر بحث کی ہے:۔

۱۔ اسلام اپنی طاقت سے پھیل رہا ہے

۲۔ عالم گیر دین اسلام کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا۔

۳۔ محمد رسول اللہؐ ساری دنیا کو پکار رہے

۴۔ ہمارا مقصد تمام غیر مسلم دنیا کو دعوتِ اسلام پیش کرنا ہے۔

۵۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ سب کے لئے ہے۔

۶۔ اسلام کے عالم گیر اور دائمی ہونے کی تاریخی شہادت

۷۔ اسلام میں ہر زمانہ کے لئے روحِ انقلابی ودیعت کر دی گئی ہے۔

۸۔ کوئی ترقی یافتہ نظریہ اور تحقیق مذہبیات آسمانی کی ضد نہیں ہو سکتا

۹۔ انسانی علوم و تحقیقات، ظنی اور تخمینی ہیں۔ یقینی نہیں۔

۱۰۔ تحقیقاتِ جدیدہ اسلامیات کی تصدیق کر رہی ہیں۔

۱۱۔ ایمان اور یقین محفوظ ہے۔

۱۲۔ روسی عوام کو مذہب سے دلچسپی بڑھ رہی ہے۔

۱۳۔ یورپ کے اعلیٰ طبقوں کا مذہب کی طرف رجحان۔

۱۴۔ یورپ کو ماوراء مادی نصب العین کی تلاش۔

۱۵۔ دنیا کی زندگی انسانی تمناؤں کو پورا نہیں کر سکتی۔

۱۶۔ مذاہب انسانی ساختہ شئے نہیں ہو سکتا۔

۱۷۔ مذاہب میں اہم چیز خدائی خوف اور آخرت کی باز پرس ہے۔

۱۸۔ انسانیت کو وحدتِ نظام اور وحدتِ مذہب سے چارہ نہیں ہے

۱۹۔ ساری دُنیا کے لئے اعلیٰ نصب العین اور مرکزی عقیدہ ایمان باللہ ہے۔

۲۰۔ محمد رسول اللہ اپنا کام اُمت کے سپرد فرما گئے ہیں۔

۲۱۔ محمد رسول اللہ کو ساری دنیا میں انقلاب کے لئے بھیجا گیا ہے

۲۲۔ مسلمانوں کی آخری منزل دنیا میں عالمگیر انقلاب ہے۔

۲۳۔ اسلام ساری دُنیا کے لئے بھی تمام نظاموں سے بہترین نظام ہے

۲۴۔ اسلامی نقاط پر، مذہبی اور غیر مذہبی تمام قومیں اکٹھی ہو سکتی ہیں

۲۵۔ مصلحین انسانیت کے لئے بڑھ کر کام کرنے کا موقعہ ہے۔

۲۶۔ اسلام تمام مذاہب کی آخری کڑی ہے۔

۲۷۔ اسلام کی بڑی خدمت یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو دُنیا کی موجودہ زبانوں میں پھیلایا جائے۔

۲۸۔ دُنیا کا مشترک اور مرکزی مذہب اسلام ہی چلا آرہا ہے۔

۲۹۔ اسلام بطور نظریہ بھی پیش کرنے کا دور ہے۔

۳۰۔ اسلام، اچھی باتوں اور اچھے لوگوں کی تصدیق کرتا ہے۔

۳۱۔ نظریات کے لئے عملیات کی بھی اشد ضرورت ہے۔

۳۲۔ اسلام دنیا میں زبردست طاقت ہے۔

۳۳۔ یہ ایجاداتی تمدّن ہرگز مدارِ زندگی نہیں۔
۳۴۔ سائنٹیفک ایجادات مدارِ حکومت بھی نہیں۔
۳۵۔ اسلامی اصولوں سے دنیا کسی طرح بھی مستغنی نہیں ہو سکتی۔
۳۶۔ اللہ تعالےٰ پر جیتا جاگتا، ایمان اور آزادانہ سوچ بچار قطعاً متضاد نہیں ہیں۔
۳۷۔ مذہب و سیاست کی تفریق غلط اور باطل ثابت ہو رہی ہے۔
۳۸۔ اسلام کی عالم گیر تعلیمات نے غیر مسلم اقوامِ عالم کو متاثر کر لیا ہے
۳۹۔ زمانے کا تقاضا خدا کی مشیت کے تابع ہوتا ہے۔
۴۰۔ اسلامی تعلیمات غیر مسلم ذہنوں پر غالب آ رہی ہیں۔
۴۱۔ دنیا کی ذہنیت میں عالم گیر انقلاب کے آثار اور ایک مرکز کی جستجو نظر آ رہی ہے۔
۴۲۔ قرآن عقل کو چیلنج کرتا ہے۔
۴۳۔ اب دنیا کی قوموں کو اسلام کے اختیار کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہے
۴۴۔ حضور کی سیرت کا مطالعہ ہر قوم کے لئے ضروری ہے۔
۴۵۔ دنیا کی نعمتوں سے تمتع کی اجازت ہے۔
۴۶۔ اسلام کا مستقبل روشن ہے۔
۴۷۔ سیاست اور مذہب کی تفریق پر بھائی چارہ اور انسانی وحدت

محال ہے۔

۴۸۔ اُمتِ محمدیہ کو تبلیغ و دعوت کے مقابلہ میں دُنیا کے دیگر کاموں کی ترغیب نہیں دی گئی۔

۴۹۔ تدبیرات الٰہیہ مظہرِ تقدیراتِ الٰہیہ ہیں۔

۵۰۔ اسلام ہی دُنیا میں واحد نجات دہندہ مذہب ہے۔

مجموعات مرتبہ جن کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں

	صفحات
۱۔ دعوتِ اسلام دنیا کی تمام قوموں کے نام	۹۲
۲۔ عقیدے کے لئے اعلیٰ نصب العین	۴۸
۳۔ پیغامِ اسلام اقوام متحدہ کے نام	۱۱۹
۴۔ مسلمانوں کو عالمگیر انقلاب پیدا کرنے کی ترغیب اور اس کا پروگرام	۶۷
۵-۶۔ چیلنج قرآن یعنے نبی عالم کا عالمی معجزہ۔ ترغیب التبلیغ	۷۰ / ۲۳۱
۷۔ عالمی مشکلات کا یقینی حل	۱۸۳
۸-۹۔ نظامِ عالم کے لئے بہترین عالمی نظام۔ فلسفۂ اسلام	۱۱۹ / ۸۶
۱۰۔ تمہید الترغیب حصّہ اوّل	۳۸
۱۱۔ تمہید الترغیب۔ حصّہ دوم وضمیمہ	۱۰۸
۱۲۔ چیلنج اسلام اقوامِ عالم کے نام	۸۵
۱۳۔ انقلاب انگیز مکتوب	۸۳
کل صفحات	۲۴۵

شکریہ بشکلِ دُعا

جن بزرگوں اور دوستوں نے اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی شمولیت اختیار کی ہے، ان سب کے لئے اللہ تعالٰی کی جناب میں دُعا ہے، کہ ربِ کریم ان سب حضرات کو اجرِ عظیم عنایت فرمائیں اور دُنیا و آخرت میں اپنے فضل و رحمت کے سایہ کے نیچے رکھیں اور ان کی تمام نیک اُمیدیں اور تمنائیں پوری فرمائیں۔

اے ربّ کریم! ہم نے تو ان کے حق میں یہ دُعا آپ کی درگاہِ معلی میں عرض کر دی ہے۔ اُمید یقینی ہے کہ ہمیں شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔

یَا رَبَّنَا نَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا إِلَى حُبِّكَ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

رحمتِ حق بہانہ میجوید

رحمتِ حق بہانے جوید

ابو احمد عبداللہ لودیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۝ ۱/۲۷ — رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو بیان سکھایا۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۔ یعنے اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (نبی عالم محمد) کو تمام انسانوں کے لئے مکمل، جامع، بین الاقوامی اور مرکزی ہدایت اور دینِ حق دے کر اور جمع کر دی گئیں اس میں تمام آسمانی دینوں کی صداقتیں۔ اور مستحکم کر دیا گیا اس کو حکمتِ علمیہ و عملیہ اور فلسفہ الٰہیہ کے پائدار اصولوں پر تاکہ غالب اور مسلّط کر دے اس کو ہمیشہ کے لئے تمام دوسرے دینوں اور نظاماتِ حیات پر۔ اور ان باتوں کی حقانیت و صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی شہادت کفایت کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے اور اس کے فیصلے اٹل ہیں۔

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ ۱/۸ — تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی آخری حد کو پہنچی ہوئی ہیں، اور اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالٰے نے اپنی باتیں اور فیصلے اور وعدے از خود اپنی کتاب قرآن میں بیان فرمادیئے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے نے بنواسرائیل کی جگہ خلافتِ ارضی اُمّتِ محمّدیہ کے حوالے فرماکر اس کا فریضۂ دعوتِ عامہ قرار دیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے احکام، قیامت تک کیلئے نازل فرمائے۔ اور حضور کے بعد اُمّتِ مسلمہ کو ان کا قائم مقام و ذمّہ دار قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعتِ محمّدیہ، و رسالتِ محمّدیہ اور قرآنِ حکیم ساری انسانیت کے لئے ہرایک دَور و زمانہ میں ہر شعبہ زندگی کے واسطے بہترین نظامِ حیات پیش کرتے ہیں۔ اور حیاتِ انسانی کے لئے امن و سلامتی کے ضامن ہیں ـــــ اِن سب باتوں کو مجموعات میں نصوصِ شرعی اور تواریخ اور دیگر دلائل علمی اور عقلی وغیرہ سے تحقیقی معیار سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

یہ مختصر تحریر بطور تمہید اور فہرست ہائے بعض مجموعات صرف یاددہانی اور ترغیبِ تبلیغ کے لئے آپ حضرات کی خدمات میں پیش کئے جارہے ہیں۔ تاکہ آپ (یعنے اُمتِ مسلمہ) اس دُنیا میں اپنے مرتبہ، مقام، اور اپنی مخصوص ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور اپنے اہم فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوشش کریں۔

برادرانِ اسلام! جو مسلمان (مرد و عورت) اسلام پر جینا اور اسلام ہی پر دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہو۔ اس کو چاہیئے۔ کہ اپنی دُنیاوی پوزیشن اور خود ساختہ تمنّاؤں، اور خیالی اُمیدوں پر اعتماد نہ رکھے۔ بلکہ زندگی کو حسبِ استطاعت قرآن اور سنّت کے مطابق بنانے کی پوری کوشش کرتا رہے۔

فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ جہانتک تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اُمتِ مُسلمہ کا اہم فریضہ

اس اُمتِ مسلمہ پر ایک مخصوص اور اہم ایسا فرض عائد کیا گیا ہے۔ جو پہلی اُمتوں پر فرضاً عائد نہیں تھا۔ وہ ہے اسلام کی تبلیغ اور اس کی طرف تمام اُنسانوں کو دعوت دینا۔

برادرانِ اسلام۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی اشاعت، اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ قرآن کی دعوت، وحی الٰہی کی تبلیغ، دینِ قیم کے اصول کا اعلان، اور ایک ایک انسان پر مذہبِ حق کی حجّت، اسلام کا وہ امتیازی وصف ہے، جس نے اُمت کو ساری دُنیا میں امتیاز بخشا۔ اسلام کی عمارت سے اشاعت کی اینٹ نکال دینے کے بعد سب کچھ باقی رہ سکتا ہے۔ مگر اسلام باقی نہیں رہ سکتا۔

برادرانِ اسلام۔ اُٹھیئے حالاتِ زمانہ کو غور سے سمجھئے، یہ زمانہ خاموشی سے بیٹھنے اور مرعوب ہونے کا نہیں ہے، بلکہ حوصلہ سے آگے بڑھ کر کام کرنے کا ہے۔ یعنے علمی اور عقلی طور سے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کے پیش کرنے کا ہے۔ مادی طاقتوں پر سہارا کرنے سے دُنیا کے بڑے لوگ ہٹ رہے ہیں، علمی اور عقلی، تجرباتی اور افکار کے پیکار کا زمانہ ہے۔ اسلام موجودہ دَور میں بھی تمام مشکلات کا بہترین حل ہے۔ دُنیا اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہے۔ اللہ کی رحمتوں کا خزانہ خالی نہیں ہوگیا۔ انسانی فطرت بھی نہیں بدلی۔ قدرت کے قوانین بھی نہیں بدلے۔ اصل میں ہمارے دل بدلے ہوئے ہیں۔

انسانی فطرت جن ناقابلِ تغیّر خصوصیات پر مبنی ہے وہ امتدادِ زمانہ اور تغیّر کے باوجود یکساں اور غیر متبدّل ہے۔ اس لئے خدا کی پیش کردہ ان غیر تبدیلی پذیر اور دائمی حقائق پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ۱۳۔۹

آہ ـــ آج یہ کہنا ایک رسم ہے کہ اسلام تبلیغی مذہب ہے۔ یہ ایک فیشن ہے، کہ اشاعتِ اسلام ہونی چاہیئے۔ کون اشاعتِ اسلام کرے؟ کون اس ذمہ داری کا بوجھ اُٹھائے؟ نیشنلزم کی لعنت نے مسلمانوں پر ایک اَور ہی راہ کھول دی ہے۔ کہ ـــ زبان سے زیادہ

اسلام کا نام لو ـــــ اور زیادہ سے زیادہ اسلام سے بغاوت کرو۔
اسلام کا نام بھی بطورِ فیشن، اور اشاعت کا ولولہ بھی محض دکھاوا۔
سیاست کا یہ انہماک کہ لندن اور نیویارک میں پروپیگنڈہ کے
آفس کھل گئے۔ اور اسلام کے ساتھ یہ سلوک کہ اس کے نام سے
مسلمانوں کو شرم آنے لگی؟ اس اعراض کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جس کتاب
الٰہی نے اوجِ کمال پر پہنچایا تھا ـــ اسی کتاب نے انہیں قعرِ ذلّت ص۹
میں گرایا۔

افسوس کہ اسلامی ممالک میں عیسائی مشنریوں کے لئے دروازے
کھلے ہوئے ہیں۔ ان کی مشنری سوسائٹیاں ان ممالک کے مرتد کرنے
میں مصروف و مشغول ہیں۔ یہ سزا اس جرم کی ہے۔ کہ کسی اسلامی حکومت
نے اشاعتِ اسلام کا نظام قائم نہ کیا۔ اور پادریوں کو اجازت دیدی
کہ وہ کھلے بندوں کعبہ کے مقابل کلیسا کھڑی کر دیں۔ اور ہلال کو
صلیب سے چھپانے کی کوشش عمل میں لائیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بر جانم
بلا ہا کہ شد نازل ز دستِ دوستاں آید

خدا اور رسول اللہ کے سبق کی فراموشی کا انجام

گنوا دی ہم نے جو اسلاف نے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

افسوس کہ ہمیں خدا تعالےٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبق دیا تھا، ہم اس کو بھلائے ہوئے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی نے ہمیں سبق دیا تھا کہ کسی نظام کے کامیاب بنانے کا پہلا قدم ــ دعوت و تبلیغ ــ ہے۔ اس کے ذریعہ دلوں پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نظام کو چلانے والے قابل افراد تیار کئے جاتے ہیں۔ طاقت کے ذریعہ صرف اجسام پر قبضہ ہو سکتا ہے۔ دلوں پر نہیں ہو سکتا۔ اگر دلوں کو نظامِ باطل سے ہٹانا اور نظامِ حق کی طرف لانا چاہتے ہو تو حکمت و موعظت اور مجادلۂ حسن سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد ہی بوقتِ ضرورت دوسرا قدم اُٹھایا جا سکتا ہے ؎

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر لائقِ میراثِ پدر کیونکر ہو

آہ۔ کہ دوسری قوموں نے ہم ہی سے یہ سبق سیکھ کر زبردست اسلامی حکومتوں کو برباد اور پارہ پارہ کر دکھایا۔ اُنھوں نے پہلے ممالک اسلامیہ میں تبلیغی مشن بھیجنے شروع کئے۔ مشن سکول کھولے۔ اور مشنری اسپتال جابجا قائم کئے۔ ان ترکیبوں سے وحدتِ اسلامیہ کی جگہ وطنیت و قومیت کا زہر پھیلانا شروع کیا۔ یعنے مصر، مصریوں

کے لئے اور عرب عربوں کے لئے، کے سبق دئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا، کہ خدائے واحد کے پرستار جو ایک خلیفہ کے ساتھ وابستہ ہو وحدتِ اسلامیہ سے سرفراز تھے۔ اب قومیت اور وطنیت کے پرستار بن گئے۔

پھر بھی اگر صرف قومیت اور وطنیت پر ہی بات ٹھہر جاتی۔ تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ کیونکہ اسلام۔ قومیتِ صالحہ اور حفاظت خود اختیاری۔ کے خلاف نہیں ہے۔ اور نہ چند شاہاں در اقلیم اسلام کے خلاف ہے۔ جب تک وحدتِ اسلامیہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہو۔ اور تمام اسلامی سلطنتیں اپنی اپنی جگہ اصول قرآن وسنت پر قائم و عامل ہوں۔ لیکن یہاں تو یہ کیا گیا کہ بڑی چالاکی اور عیاری سے قومیت و وطنیت کا صور پھونکنے کے بعد کافرانہ و متعصبانہ نظریہ کو ابھار کر مسلمانوں میں تفریق و تقسیم پیدا کی گئی۔ اور مرکز اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔

اور پھر مخالفینِ اسلام نے ان از مرکز بریدہ ریاستوں پر تحفظ حقوق کے بہانوں سے اپنی سیادت قائم کر کے ان میں اپنی یورپین تہذیب و تمدن اور معیشت و معاشرت اور تخیلات اور تصورات کو پھیلانا شروع کیا۔

بہرحال تاریخ شاہد ہے۔ کہ یورپ نے ایشیا کے جن ممالک پر
بھی اپنا قبضہ کیا ہے۔ وہاں ان کے مشنری پہلے پہنچے۔ اور فوجیں
پیچھے رہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کو اب تک بھی ہوش نہیں آیا۔

برادرانِ اسلام۔ بیدار اور ہوشیار ہو کر اپنے فرض منصبی کو
پہچانیئے اور اس کا حق ادا کیجیے۔ تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف
سے ایک ذمہ داری کا فیصلہ ہے۔ وہ اٹل فیصلہ یہ ہے کہ:۔

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۳/۱۱۰	تم اس لئے بہترین اُمت ہو کہ تمہارا مقصد انسانوں کی بھلائی ہے۔ اور تمہارا فرض ہے کہ دُنیا سے برائیوں کو مٹا دو اور بھلائیوں کو پھیلاؤ۔
(۲) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۳/۱۰۴	تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے۔ جو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف بلاتی رہے۔ اور اچھی باتوں کا حکم کرے۔ اور بری باتوں سے روکے۔ اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اگر تم نے اپنے اس فرض منصبی کو قائم نہ کیا۔ تو پھر دوسرا فیصلہ

یہ ہے۔ کہ :-

(۳) وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۲۶

اور اگر تم نہ مانو گے۔ تو وہ (اللہ تعالیٰ) اور قوم کو، سوائے تمہارے بدل دیگا۔ اور وہ تمہارے جیسے نہ ہونگے

تشریح۔ اوپر کی آیات میں سے آیت نمبر ۱ میں مسلمانوں کے ایک مشنِ مقدس سپرد کرنے کا فیصلہ سنایا گیا ہے۔ تاکہ ان کی ذات سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا جائے۔

وہ مشن یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اچھی باتوں کی ہدایت کریں اور بُری باتوں سے روکیں۔ یعنے ان کو بہترین اُمت اس لئے قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا اصلی کام اور مقصدِ حیات سمجھیں۔ پس اگر وہ اس منصب سے گر گئے۔ اور اپنے فرائض کو بھول بیٹھے۔ اور خود ہی اصلاح کے قابل ہو گئے۔ تو وہ خیرِ اُمت کی بجائے "شرِ اُمت" قرار پائیں گے۔ اور اس کی سزا انہیں اسی دُنیا میں ملے گی۔

اور آیت نمبر ۲ میں پھر اسی مشنِ مقدس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنے مسلمان اس لئے نہیں آئے۔ کہ دوسری اقوام میں ایک اور قوم کا اضافہ کریں۔ بلکہ اس لئے آئے ہیں۔ کہ وہ دُنیا کے قائد بنیں۔ اور

اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ ان میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیئے۔ جو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر بالالتزام لگی رہے۔ یعنے مسلمانوں کو داعی بننا چاہیئے، دفاعی پوزیشن اختیار نہ کرنی چاہیئے۔ آگے فرمایا، کہ اگر وہ اپنے اس مشن کو چلائیں گے، تو سربلندی بھی انہیں کو حاصل ہوگی، اور وہ کسی جگہ بھی ناکامیاب نہ ہونگے۔

یہاں مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس دُنیا میں ان کا مقام کیا ہے؟ خود ان کا بُرائیوں میں ملوث ہو جانا اس قدر حیرت انگیز ہے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان تو بُرائیوں کو مٹانے اور بھلائیوں کو پھیلانے کے لئے آیا ہے۔ اگر وہ خود ہی بُرائیوں میں پھنس جائے۔ تو پھر اقوام کی ہدایت کے لئے کون آئے گا۔ اگر نمک ہی خراب ہو جائے۔ تو اس کی اصلاح کی کیا صورت ہوگی۔

پھر آیت نمبر ۳ میں یہ فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ اگر تم غفلت یا سستی کرو گے۔ تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو اس کام کے لئے کھڑی کر دے گا۔ تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے، جو تمہارے ہی نقصان کا

موجب ہے ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی

منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

اسلامی دنیا سے خطاب

اسلامی دُنیا کے مسلمانو! واجب الاحترام بادشاہو! ممالک اسلامیہ کے گورنران اور وزرائے اعظمان! اے علمائے اسلام وسجادہ نشینانِ کرام! آپ حضرات کو اسلام پکار پکار کر آوازیں دے رہا ہے۔ خدا تعالےٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ ایک عالمگیر اور عظیم الشان انقلاب کا پتہ دے رہا ہے۔

سنئے! زمانے کا تقاضا خدا تعالےٰ کی مشیت کے تابع ہوتا ہے اور زندگی کے حالات واسباب جس نظام کے متقاضی ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ کی مصلحت اس نظام کو دُنیا میں نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اور یہی اس کی مرضی ہوتی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی مرضی ہمیشہ اس کے بندوں ہی کے ذریعہ سے دنیا میں عملی جامہ پہنتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ہاتھ بندوں کے ہاتھ کے اندر کام کرتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم نہیں ہو رہا کہ قومیں اور حکومتیں اس دَور

سے پہلے جو صرف اپنے اپنے لئے سوچا کرتی تھیں، اب ساری دنیا اور انسانیت کے لئے سوچ رہی ہیں۔ نظر آ رہا ہے۔ کہ اب مشیت الٰہی ساری دُنیا کو ایک نظام کے تحت اکٹھا کرنا چاہتی ہے ؎

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے ص ۱/۹
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
رنگِ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سُورج کی اُفق تابی ہے

مشیّتِ الٰہی کا ظہور

موجودہ زمانے کی رفتار عملاً اس آنے والی ہوا کا پتہ دے رہی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی عالم گیریت شروع ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی مشیت ظاہر ہُوا چاہتی ہے۔ مذکورہ تغیّر کے اسباب بہت کچھ فراہم ہو چکے ہیں۔ اسلامی تعلیمات نے تیرہ سو برس کی مدت میں اقوام کی ذہنیت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ بنی نوع انسان کے دل و دماغ پر اپنا پورا تسلّط و اقتدار قائم کر لیا ہے۔ یورپ کے دہریوں، مغرب کے سائنس دانوں، چین کے صناعوں اور ہندوستان کے اچھوتوں کا باوجود

اپنے قومی اور آبائی مذہب رکھنے کے، مذہب مذہب پکارنا، اور مذہب حق کی تلاش میں سرگردان ہوجانا، ذہنوں کا انقلاب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور پھر اس انقلاب ذہنیت کے پردہ میں، اسلام' اسلام کی صدائیں لگانا، اور ہر طرف سے مایوس ہوکر، اسلام کے دامن میں پناہ لینا، اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں تو اور کیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات نے غیر مسلموں کے ذہن بدل ڈالے

گویا تیرہ صدیوں کے مختلف قرنوں میں اسلام نے علیحدہ علیحدہ مختلف خطوں کو اپنی تعلیمات سے سیراب کیا۔ اور اب دنیا کی ذہنیت میں عالمگیر استعداد و قابلیت پیدا کرکے اس نے یہ راستہ اختیار کرلیا ہے۔ کہ وہ ہمہ گیری کے ساتھ اپنے فیوض کی بارش عامہ خلائق پر برسائے۔ اور اپنے ہی وسیع دائرہ میں ساری خدائی کو اکٹھا کرے۔ پس یہ انقلاب ذہنیت جو آج نمایاں تر ہوگیا ہے کیا اسلامی تعلیمات اور اس کے منتشر شدہ اصول کے سوا بھی کسی چیز کا ثمرہ سمجھا جاسکتا ہے؟

ورنہ دنیا کی ذہنیت انقلاب کے بعد آخر مسیحیت، یہودیت وغیرہ کی طرف کیوں نہیں نکل چلتی۔ ان ملتوں کو اسلام اسلام

پکارنے کی کون ضرورت داعی ہے۔ یقیناً اگر ان مذاہب کی تعلیمات سے ذہن بدلتے، تو بدل کر اسی کی طرف مائل ہوتے۔ لیکن جب طبیعتیں اور قلوب کشاں کشاں اسلام کی طرف آ رہے ہیں۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ انقلاب آفریں پنجہ بھی اسلام ہی کا ہے۔ اور بالآخر ان بدلتے ہوئے قلوب پر قبضہ بھی اسلام ہی کا ہونا ہے۔

آج زبردست حکومتیں بے پناہ مادی طاقتوں کے مالک ہونے کے باوجود امتیازات کو ختم کرنے، اور امن و سلامتی کے قائم کرنے سے عاجز آ چکی ہیں۔ ان کے خود ساختہ نظامات، کیا کمیونزم، کیا جمہوریت اور کیا سوشلزم سب فیل ہو رہے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کا سب سے بڑا ادارہ جو خاص اسی مطلب کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ کہ ساری حکومتیں متحد و متفق ہو کر دنیا میں امن و سلامتی قائم کر سکیں گی۔ اور امتیازات کو مٹا سکیں گی۔ وہ بھی ہر طرح سے فیل اور ناکامیاب ہو چکا ہے۔ اور ساری دُنیا اس سے بھی مایوس ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہو کر سامنے آ گئی ہے۔ کہ ــ امن و سلامتی ــ کا قائم کرنا اور امتیازات کا مٹانا، مادی طاقتوں اور خود ساختہ انسانی نظامات سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہی اسکیم

اختیار کرنی ضروری ہے، جو مذہب کی رہنمائی سے مرتب ہو۔ اور خصوصاً جس کو محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ اور عملاً اس کو جاری کر کے کامیاب بھی کر دکھایا تھا۔ جس کے لئے مادی طاقت (قانون) کے ساتھ روحانی (اخلاقی) طاقت کی بھی اشد ضرورت ہے۔

عالمی امن کی بنیاد

متحدہ اقوام ہزار کوشش کرلے، وہ کبھی عالمی امن کا قیام عمل میں نہ لاسکے گی۔ اس کی نگاہیں مختلف سیاسی نظریات پر جاتی ہیں۔ وہ دو کیمپوں کا جائزہ لیتی ہے۔ وہ انسانی حقوق کی طویل فہرست شائع کرتی ہے۔ وہ تجویزوں اور قراردادوں پر بھروسہ کرتی ہے مگر جب تک

ایک خدا۔ ایک نسل

یا ایک خدا اور ایک انسانیت، یا ایک خدا اور اس کی اطاعت پر غور نہیں کرے گی۔ اور اس فارمولے کو امن کی بنیاد نہ بنائے گی، وہ سر پھوڑ کر بھی مرجائے۔ تو عالمی امن، عالمی چین، عالمی برادری اور عالمی بھائی چارہ کو عملی شکل نہ دے سکے گی۔ ہم مانتے ہیں کہ دنیا

ہیں بڑے بڑے فلسفی بھرے پڑے ہیں۔ مفکروں سے دنیا خالی نہیں ہے۔ لیکن وہ انسان ہیں۔ اور ان کے بس کا روگ نہیں۔ کہ وہ انسانوں کو انسانیت کی راہ پر چلا سکیں۔ کوئی انسان نہیں جو بد نیت نہ ہو، خود غرض نہ ہو، قوم اور نسل پرستی میں مبتلا نہ ہو، سفید اور کالے رنگ میں پہچان نہ ہو۔ ان حدود میں رہ کر دماغ کو سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ کہ ایک خدا، ایک نسل بھی عالمی امن، اور عالمگیر اخوت وانسانیت کی بنیاد بن سکتی ہے۔ بے شک ہمیں جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ مگر تم بھی انتظار کرو۔ اور ہم بھی انتظار کریں۔ کہ ایک خدا، ایک نسل کا عقیدہ کامیاب رہتا ہے۔ یا میدان قوم اور نسل کے بے شمار خداؤں کے ہاتھ میں آتا ہے۔ (الجمعیۃ دہلی ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

ہماری طاقت

حضرات! اس علم کی روشنی میں جو قرآن اور سنت سے حاصل ہے، یہ بات کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طور وطریق کے پابند ہو کر عمل نہیں کریں گے۔ اگرچہ وہ کسی بھی مادی ساز و سامان سے لیس ہوں، وہ فتح مند اور کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

اگر اللہ تمہاری مدد کریگا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکیگا اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے اور مسلمانوں کو تو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جما رکھے گا۔

وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا

اور اللہ کے لشکر آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

یہ آیات

صاف بتلا رہی ہیں کہ مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ

کی ذات مقدس ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات
پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر وہ ہر چیز سے بے نیاز ہیں۔ اب فرض
کرو کہ ہم اپنی بدکرداریوں کے باعث خدا تعالیٰ کی طاقت حاصل نہ
کرسکے۔ تو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ اور ہمیں ذلت اور نامرادی سے کون
بچا سکے گا۔ اور دنیا کا کون ایسا شخص ہوگا جو ہماری مدد کرے؟
دنیا کی طاقتیں تو مسلمانوں کو کمزور کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر عالم بالا
کی طرف سے ہمیں سہارا نہ ملے، تو ہمارا انجام معلوم۔ اس طرح اگر
خدا تعالیٰ کی طاقت ہمارے لئے سہارا بن جائے۔ اور اس طاقت
سے ہمارا رشتہ منقطع نہ ہو۔ تو کس کی طاقت ہے جو ہمیں کمزور کر
سکے ع دشمن اگر قوی است، نگہباں قوی تر است ۵۴/۹

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

بہ ہر حال

جب کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیمات اور تدبیرات تبلیغی یا ان سے بڑھ کر اور کوئی
دلیل وسند نہیں ہوسکتی۔ اس لئے قرآن حکیم واحادیث کو آپ کے
سامنے پیش کیا جانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس کی اپنی کلام
اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور سیرت پاک کا
ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے
زندگی کے ہر ایک گوشے اور شعبے میں رہنمائی کے لئے یہ دونوں
چیزیں کافی ووافی ہیں۔ یہ باتیں شاعرانہ یا واعظانہ رنگ میں پیش
نہیں کی جارہی۔ بلکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ
تبلیغ و دعوت کے لئے ہمیں باری تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کی
بتلائی ہوئی تدابیر اور رہنمائی کافی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں
مسلمانوں کے اصولِ حیات میں داخل ہیں۔

اسلام کے اصول صاف اور واضح ہیں۔ وہ کسی سمجھوتہ (
) یا تحریک وغیرہ کو قبول نہیں کرسکتے۔

ایک اہم چیز ہمارے سامنے یہ ہے۔ کہ اس وقت دنیا صرف
دلائل و براہین سے مطمئن نہیں ہونے والی۔ ہم نے دکھلانا ہے کہ
کون سا ایسا مذہب ہے جو کارآمد انسان پیش کرتا ہے۔ اس نے
ایسے نمونے پیش کرنے چاہئیں، جو نظریات، کردار اور عمل کا سب سے
بہتر اور مکمل نمونہ ہوں۔ اسلام انسان کو باعمل ہونے کی راہ
دکھاتا ہے۔

ہماری پستی کا اصلی سبب

آج ہماری پستی کا اصلی سبب یہی ہے کہ ہمارا عمل ان نظریات کے مطابق اور ان اصولوں کا آئینہ دار نہیں ہے۔ آپ خوب سمجھ لیجئے کہ اقوامِ عالم کی کش مکش کے اندر ایک روشن پہلو یہ نظر آرہا ہے کہ خود ان متصادم قوموں کی نگاہوں میں دنیا کے امن و اطمینان کے لئے ان نظریات کا استقبال ضروری ہوتا جارہا ہے۔ لہذا نہایت واضح اور غیر مبہم پیشین گوئی یہ ہے کہ جس قدر جلد آپ کا کردار ان اصولوں کے مطابق اور ان کے معیار پر صحیح اور درست ہو جائے گا، اتنی ہی جلدی دنیا آپ کو آنکھ کا تارا بنانے کے لئے تیار ہو جائے گی۔

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۔	البتہ تم ہی سربلند ہو بشرطیکہ ایماندار ہو جاؤ

آپ دوسروں کا انتظار نہ کریں۔ آپ کے لئے انتظار درست نہیں۔ کیونکہ آپ تو وہ ہیں کہ ان اصولوں کی مقدس امانت عمل کرنے اور عمل کرانے کے لئے آپ کے سپرد ہوئی ہے۔

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ
تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ
عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ۔

پس آپ ہر ایک انتظار سے بے نیاز دستغنی ہو کر اپنے کردار و عمل سے ان نظریات کی تصدیق کر دیں۔ تاکہ آپ خود بھی کامیاب و فائز المرام ہوں۔ اور دوسروں کے لئے بھی مشعلِ ہدایت بن سکیں

فاران کی چوٹی سے ندائے حق

ہم رجعتِ قہقری کے قائل نہیں۔ مذہبی سچائی کے آگے بڑھنے کی دعوت دیتی ہے۔ تاہم اس قدامت کے قائل ہیں۔ جو فاران کی چوٹی سے اس طرح اٹھی تھی۔ کہ آج دنیا اسی کی طرف آ رہی ہے اور آئیگی اس چوٹی سے جو دعوت شروع ہوئی تھی۔ فطرت انسانی کے بدلنے کا سوال نہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد انسانی عادتوں کی دھاتوں کو خاص سانچوں میں دبا کر اچھی شکلوں میں تبدیل کرنا تھا۔ اور ان کے اظہار کے لئے راستوں کا مقرر کرنا تھا۔ ص ۳۲/۹

بہرحال، اسلام سب کے لئے بھلائی کی چیز ہے۔ اور ایسی چیز ہے۔ جس کے بغیر دنیا میں امن و سلامتی قائم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ فتنہ و فساد دب سکتا ہے۔ لہذا اس کی ہم نے ساری دنیا کو علمی اور عقلی طور سے دعوت دیتی ہے۔ اس کے منوالنے اور تسلیم کرانے کے واسطے اس وقت طاقت آزمائی کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ دنیا خو

اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ رکاوٹیں خود بخود اٹھتی جا رہی ہیں۔ غیر مسلموں کو جو اسلام سے بغض اور نفرت تھی، وہ اب نہیں رہی۔ مگر آج کل مسلمانوں کی اپنی حالت ایسی نہیں، جس سے کسی کو اندازہ ہو سکے۔ کہ انہیں انسانی ترقی کے راز کا علم ہے۔ آج کل کے اکثر مسلمانوں کے کردار اور زبوں حالی سے اسلامی تعلیمات کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام کو برا سمجھنے لگے ہیں

ع زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا

اس پمفلٹ کے پیش کرنے کی غرض

برادرانِ اسلام! بہت سی باتیں کہدینے اور بیان کرنے کے لائق ہیں۔ مگر یہ مختصر پمفلٹ صرف اس خیال سے مرتب کیا گیا ہے کہ برادرانِ اسلام کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کی ترغیب دی جائے اور ان حضرات کو اپنے فریضہ اور منصب سے یاد دہانی کرائی جائے۔ باقی ضروری بیان اور واضح کرنے والی باتوں کو مستقل مجموعات میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کی فہرستیں دوسرے پمفلٹ کے آخر میں ملحق کی گئی ہیں۔ اور ان باتوں کو مستقل بحثوں میں تفصیلی طور پر علمی اور عقلی پیرایہ میں ثابت اور واضح کیا گیا ہے۔

بہر حال اس مختصر پمفلٹ میں صرف اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ اسلام کو دنیا کے سامنے کس لئے پیش کرنا ضروری ہے اور کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے پیش کرنے کی ذمہ داری کن لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور کیونکر عائد ہوتی ہے۔

حضرات! سلسلہ بیان میں بعض باتوں کا بیان کرنا مناسب ہی ہو جاتا ہے۔ اس کام کی طرف میرا رجحان پاکستان (اقامہا اللہ وادامہا) میں آکر ہی پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس مملکتِ اسلامیہ کے وجود میں آنے سے چند سال پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ قدرت کی طرف سے دل میں یہ بات پیدا ہوئی یا ڈال دی گئی۔ کہ جب کہ (۱) اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے پر ساری انسانیت کا — دین، اور نظامِ حیات — ہمیشہ کے لئے قرار دیا جا چکا ہے۔ اور (۲) حضورؐ کو نبی عالم قرار دے کر مبعوث کیا گیا ہے۔ اور (۳) قرآنِ حکیم خدا تعالےٰ کا اپنا کلام ساری دنیا کے لئے ضابطہ اور منشورِ الٰہی ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں ساری دنیا کیلئے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے ہیں۔ تو پھر کیونکر نہ ایسی ضروری اور اہم چیزوں کی دعوت ساری دنیا کی قوموں اور انسانوں کو دی جائے۔

پھر جوں جوں اس بات میں مزید غور و فکر کیا گیا، توں توں اس بات کی اہمیّت دل میں راسخ ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک نوبت پہنچی، کہ قلم پکڑ کر اس کے متعلق یادداشتیں اور نوٹ لکھنے شروع کر دئے۔ اور محققین و مفکرین اہلِ علم و فکر کی تحریرات و تقریرات کا مطالعہ شروع کیا۔ اور ساتھ ساتھ تسوید بھی شروع ہوئی۔

انقلاب ۱۹۴۷ء تک جو لٹریچر اس کے متعلق فراہم ہو چکا تھا، اس کو اور تمام ضخیم کتب خانہ اور سامان خانہ داری اس انقلاب میں لودھانہ میں ہی چھوڑنا پڑا۔ جانوں کو سلامت لے کر پاکستان پہنچنا غنیمت خیال کیا گیا۔ لیکن ایسی تحریرات و مسودات کے تلف ہو جانے سے جو تلخیاں لاحق ہوتی ہیں، اس کا احساس ہم کام حضرات ہی کر سکتے ہیں ؎

آنچہ از مین گم شدہ گر از سلیمان گم شدے

ہم سلیمان ہم پری ہم اہرمن بگریستے

مگر طبیعت میں جو اس کام کی تڑپ و لگن پیدا ہو چکی تھی اس کو یہ ناگفتہ بہ حالاتِ انقلاب سرد نہ کر سکے۔ چنانچہ پاکستان پہنچ کر قدرے اطمینان حاصل ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے قسمت آزمائی اس کی توفیق سے شروع کر دی ؎

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر خواہ از حق حکم تقدیر دیگر

تو اگر تقدیر نو خواہی رواست

زانکہ تقدیراتِ حق بے منتہا ست

چنانچہ اللہ تعالے کی توفیق و نصرت سے ایک مجموعہ بنام "پیغام اسلام شاہانِ اسلام کے نام" سے جو ۱۹۲ صفحات پر مشتمل تھا طبع کرا کر شائع کر دیا گیا۔ اس کے بعد اب تک مختلف ناموں سے مختلف موضوعات پر اور چند مجموعے مرتب کئے گئے ہیں جن میں سے بعض کی فہرستیں دوسرے پمفلٹ کے آخر میں ملحق ہیں۔

حضرات! ہم نے اسلام۔ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت مبارکہ کو ساری دُنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اور ان کی طرف ہر ایک قوم کو دعوت دینی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم جچی تُلی اور پختہ باتیں پیش کریں۔ جو حقیقتیں اور صداقتیں ہوں۔ اور ان کے ثبوت میں ایسے دلائل اور شواہد پیش کریں، جو حقہ اور صادقہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں ہر قسم کی رطب و یابس غیر مفید اور غیر معتبر چیزوں کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ نقولِ ثابتہ اور عقولِ سلیمہ اور علومِ صحیحہ، مستند تاریخ، اور واقعات متواترہ ثابتہ سے استدلالات پیش کئے جا سکتے ہیں۔

الحمدللہ کہ ان مجموعات میں ان باتوں کا حتی الامکان التزام کیا گیا ہے۔ یعنی علمائے محققین اور حکمائے متقدمین (شکر اللہ سعیہم) کی تحقیقات جو جیّد اور زمانہ کے مطابق مدلّل و مستند ان حضرات کی تصانیف میں متفرق مقامات میں جواہرات بکھرے پڑے تھے، انکو بعینہ یا بالمعنیٰ فراہم کرکے، اور دیگر معتمد و معتبر اہلِ علم و عقل کی تحریرات و تقریرات سے اخذ کرکے مرتب کیا گیا ہے۔ اور نیز موقعہ و مقام کے مناسب جو بات احقر کو توفیقہ معلوم ہوئی، ساتھ ساتھ شامل ہوتی رہی۔ بہرحال ان مجموعات میں ظنیات اور انسانوں کے خود ساختہ نظریات کو پیش نہیں کیا گیا۔ اور قطعاً و مطلقاً ہمیں ان تلبیسات اور فریب کاریوں کی ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے کہ یہ تینوں چیزیں جن کو ہم نے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے، یہ حقّانیتیں اور صداقتیں اور صداقتیں ہیں۔ کوئی نظری، فکری، ظنی اور تخمینی چیزیں نہیں۔

کسی چیز کے حق اور صادق ہونے کی شناخت یہی ہے۔ کہ اس کے دلائل حقہ اور صادقہ ہوں۔

تنبیہ!

معلوم ہونا چاہئے، کہ کتنے ہی نظریات باطلہ موجودہ دور

ہیں ایسے ہیں جن کو حقائق سمجھا جا رہا ہے۔ اور ان کو سادہ لوح اور فریب خوردہ لوگ بھی حقائق یقین کئے ہوئے ہیں۔ پس ایسے فریب خوردہ، مرعوب الذہنیت لوگوں کے سامنے جب اسلام کی سچی اور حق باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ تو وہ ان کو مفروضہ حقائق کے خلاف سمجھ کر قبول نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے۔ کہ ہر ایک مذہب توہمات کا مجموعہ ہے۔ حقیقت اور صداقت وہ ہے جس کو حریت پسندوں نے پیش کیا ہے۔

مذہب سے بغاوت کا مختصر قصہ یہ ہے۔ کہ قرونِ وسطیٰ میں جبکہ مذہب ساز پادریوں سے تنگ آکر مخصوص اسباب و حالات کے پیش آنے کی وجہ سے یورپ کے حریت پسندوں نے مذہب سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے تکوین و تخلیق اور نظام کائنات کے متعلق مذہب کے خلاف متبادل خود ساختہ نظریئے اور توجیہات اختراع کیں۔ اور جو لوگ مذہب سے بدظن ہو چکے تھے۔ ان کی باتوں پر ایمان لے آئے۔ اور ان سب نے اس وقت کے موجودہ مذہب کو توہمات کا مجموعہ سمجھ کر ترک کر دیا۔

مختصر یہ کہ اب تک وہی نظریئے ان قوموں میں مقبول چلے آرہے ہیں۔ اور ان کے مقلدین بھی انہی باتوں پر اعتماد کئے ہوئے ہیں

یہ وہ باتیں ہیں جن کے ماننے والے اپنے اپنے مذہب کے ساتھ بدعقیدہ یا بے عقیدہ ہیں۔ (ہم نے ان باتوں کو دیگر مجموعات میں تفصیل سے نقل کردیا ہے)

افسوس اس بات کا ہے کہ ان حریت پسندوں نے غور و فکر اور مطالعہ کئے بغیر اپنے مذہب کے ساتھ جذبات انگیز مخالفت کی وجہ سے اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کو بھی (جو معاشرت، سیاست سے لے کر عبادت تک جماعت گیری کا رنگ لئے ہوئے تھا، اور جس نے دنیا کی سیاست میں عالم گیری کے اصول لئے ہوئے تھے) انفرادیت کے مذاہب پر قیاس کرکے نظر انداز کردیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو دین اپنے عالم گیر ہونے کا دعوےٰ رکھتا ہو اسے ایسی تعلیمات کا مجموعہ بن کر آنا چاہیئے جس میں تمام عالم کے لئے جاذبیت موجود ہو اور وہ ایسا دین ہو، جو کسی بھی زمانہ میں کسی صداقت اور حقیقت کے اختیار کرنے اور اس پہ عمل کرنے والے کی تغلیط نہ کرتا ہو۔

پس ایسا دین اور مذہب جو پونے چودہ صدیوں سے دنیا میں چلا آرہا ہے وہ صرف اسلام ہی ہے۔

نیز موجودہ دور میں ہم نے ان سازگار حالات میں جن کو فی الجملہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اس دین و مذہب کی ساری غیر اسلامی دنیا کو

دعوت دینی ہے۔

ساری دُنیا کا ایک ہی دین

خدا چاہتا ہے کہ اب بکھرے ہوئے ادیان و ملل کو ایک دین اور
ایک ملت بنا دیا جائے۔ دنیا کی ابتدا میں ایک ہی دین تھا۔ اس کے صفحہ ۲۹
خاتمہ پر بھی ایک ہی دین ایک ہی ملت رہ جائے۔ صراطِ مستقیم میں عقلی
طور پر بھی تعدد کی گنجائش نہیں ہے۔

جو ملک آج مادیت اور اس کے تلخ ثمرات سے چھٹکارا پانا چاہتے
ہیں ان کے لئے غور و فکر کا اصل سوال یہی ہے۔ کہ کون سا مذہب ایسا
ہے جسے وہ اپنی زندگی کا رہنما بنا کر مصائب و آلام اور تباہی و ہلاکت
کے اس گرداب سے بچ سکتے ہیں جس میں مادیت نے انسانی زندگی کے
سفینے کو لا ڈالا ہے۔

اس ضمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری مسلمان ملکوں پر عائد
ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس وقت دنیا میں اسلام ہی صرف ایک ایسا
دین ہے، جس کے دامن میں امن و راحت، سکون و اطمینان اور اتحاد
و محبت کا پیغام مل سکتا ہے جس کے لئے آج ایک عالم سرگرداں ہے۔
مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس پیغام کے مطابق اپنی زندگیوں کو

ڈھالیں، اور اس طرح دکھوں کی ماری دنیا کے سامنے دینِ حق کو

عملاً پیش کریں۔ ۲۱
۸

لیکن حضرات! پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا اس بات پر غیر متزلزل جزم و یقین ہو کہ ان مذکورہ تین (اسلام۔ قرآن۔ محمد رسول اللہ) چیزوں کو اپنے اپنے چیلنج کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں اگرچہ حالات کچھ بھی ہوں پیش کیا اور منوایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ ۱۲

کہہ دیجیے کہ میرا جو راستہ ہے اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف علی وجہ البصیرت بلاتا ہوں۔ بصیرت کی روشنی میں دعوت میرا کام ہے، اور یہی کام میرے پیروکاروں کا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں“ اس آیۃ میں

ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا، کہ اسلام کی دعوت بصیرت کی دعوت ہے، اور اسلام نہیں کہتا کہ آنکھیں بند کر کے مان لو۔ اور اس کی جانچ پڑتال نہ کرو۔ میری دعوت بصیرت اور حقائق پر مبنی ہے۔ میں دلائل کے ساتھ بصیرت کے ساتھ اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور جو لوگ میری پیروی کریں گے ان کا طریق عمل

بھی یہی ہو گا۔ وہ بھی دُنیا کو بصیرت کی راہ سے اسلام کی طرف بلائینگے اسلام اس بات سے قطعاً نہیں گھبراتا کہ اس کو سخت سے سخت اصولوں پر جانچا جائے۔ کیونکہ وہ سچائی ہے۔ اور سچائی ہر تنقید کے بعد سچائی رہتی ہے۔

پس اسلام کو کسی عقلی ترقی سے خوف نہیں ہے۔ دُنیا جس قدر ترقی کرے گی، اسلام اتنا ہی روشن ہو گا۔ اور اس کے آگے ہی آگے نظر آئے گا۔ اور یہ وہ بات ہے، جس کا آج بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اسلام کی کتاب نے اس آیت میں اسلام کو غیر مسلموں کے سامنے علمیت اور عقلیت سے پیش کرنے کو کہا ہے۔

صفحہ ۸ بہرحال، اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کے جھوٹے قصّے اب ختم ہوتے آرہے ہیں۔ غیر مذاہب کے جدید روشن خیال، صداقت پسند مؤرخ اب معترف ہیں۔ کہ اسلام اس کی سچائی، انصاف اور انسانی ہمدردی ہی کی وجہ سے دنیا کے قدیم و جدید باشندوں میں پھیلا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

اسلام نے سابق مسلمانوں کی پاک زندگی نے سچائی اور رواداری ہی کی وجہ سے سمجھدار غیر مسلم لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ اور وہ خود بطیب خاطر برکاتِ اسلام سے استفادہ کرنے کی خاطر مسلمان ہوئے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام اس دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس دعوے کی بنیاد کسی قصہ یا کہاوت پر نہیں۔ بلکہ تاریخی واقعات اور تمدنی حقیقت پر ہے۔ اسلام فلسفہ یا سائینس کا کوئی ایسا نظریہ نہیں جو آج حق ہے تو کل باطل ہو سکتا ہے، بلکہ اسلام الہام کا دوسرا نام ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کے بنیادی عقیدے اور نظریئے اٹل ہیں۔ اور دنیا کی ہر ترقی ان نظریوں کے تحت ممکن ہے۔

سلاطین و امراء ممالک اسلامیہ سے اسلامی مطالبہ

حضرات! آپ خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں، اس لئے جرأت ہوئی۔ کہ آپ کے سامنے مطالبات اسلامی کو پیش کیا جائے۔

سنیئے! اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے مسلمانوں کو پہلے اپنی، پھر محمد رسول اللہ کی اطاعت کا حکم دیا، پھر اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ۔

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں اہل امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

اور خاص آپ حضرات کے بارہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

(الحج : ۴۱)

وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں۔

پس معلوم ہُوا کہ دعوت و تبلیغ اسلام، اور نفاذِ احکامِ شریعت کے اوّلین مخاطب آپ حضرات ہیں۔ اور باقی مسلمان آپ کے مطیع ہیں۔ اور نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ (الحدیث)

ہم اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہماری قوم کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر گوشے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کرے۔ اس کے حق میں بیشمار دلائل موجود ہیں آپ کے سامنے ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی عقل و فکر سے باہر نہیں ہیں۔ اس وقت آپ فکر و عمل کے میدان پر ہیں۔ ناگزیر ہے کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔ اس وقت ملک کی

باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ ملک کے قانون اور عدالتی نظام کو شریعتِ اسلام کی بنیادوں پر استوار کریں۔ چونکہ آپ حضرات سے بھی ہر ایک اپنے دائرے میں رعیت کے راعی ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں آپ خدا و خلق کے سامنے مسئول اور جوابدہ ہیں۔

بہرحال مطالبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومتیں شریعت اسلامیہ کی طرف لوٹیں۔ اور اپنے اپنے ممالک میں نظام کو فوراً شریعت کی بنیادوں پر استوار کریں۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی حکمرانی اور بالادستی بطیب خاطر تسلیم کریں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فطری حق ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ
عَلَیْهَا ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔

سیاسی و اجتماعی شوکت و استقلال کا کوئی دوسرا مظہر اس کا بدل اور قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

اس بارے میں آخر خوف و یاس ہمیں کیوں لاحق ہو۔ کیا آج ہم انسانیت کی خدمت سے بالکل عاجز آچکے ہیں۔ حالانکہ کل تمام

دنیا میں علم و عرفان کی روشنی پھیلانے والے ہم تھے۔ یہ محض شاعری نہیں، خیال آرائی نہیں ہے۔ بلکہ حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ص ۱۵۶/۸

پس اب وقت آگیا ہے کہ ان فاسد افکار و نظریات کو ختم کیا جائے۔ مصلحین عظام اسلام کے لئے یہ موقعہ شرمانے کا نہیں۔ بلکہ آگے بڑھ کر کام کرنے کا ہے — جو لوگ اسلامی نظام کے بارے میں قسم قسم کے شبہات اور رکاوٹیں پیش کرتے ہیں۔ وہ دراصل نظام اجتماعی اسلامی کو پنپنے دینا نہیں چاہتے۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں مطلق اباحیت اور بے راہ روی کے خواہش مند ہیں۔ وہ دوسروں کی جان و مال اور عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اس اندیشے نے ان کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ کہ کہیں اسلام کی قربان گاہ پر سب سے پہلے انہیں بھینٹ نہ چڑھا دیا جائے۔ س ۱۵۶/۸

اہل کتاب کے ساتھ مصالحت کی راہ

حضرات! پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ کا دنیا میں مقام کیا ہے۔ اور آپ پر کیا کیا اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے احکام دئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو ساری دنیا کے لئے قائد بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور ان کی سربراہی آپ پر ڈالی گئی ہے۔

پس آپ علمائے اسلام مل کر، متحد و متفق ہو کر اپنا ایک الگ بلاک بنائیں۔ اور اپنے اپنے ممالک اسلامیہ میں احکام شریعت کو نافذ فرمائیں۔ پھر تمام غیر مسلم اقوام دنیا کو بفحوائے کلام ربانی:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۶۴۔ آل عمران)	کہدو اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے۔ وہ یہ کہ ہم نہ بندگی کریں مگر اللہ کی اور نہ بنائیں کسی چیز کو اس کا ساتھی اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو رب اللہ کے سواء پس اگر وہ اس کے مقتضیات سے

اعراض کریں تو اعلان کر دو کہ گواہ رہو کہ ہم اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔

اسلام کی طرف علمی اور عقلی معیار سے دعوت پیش کریں۔ اس آیت کے نیچے بفحوائے:۔

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾	اور ہر ایک اُمت میں ڈرانے والا ہو گذرا ہے۔
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ	اور البتہ ہم نے ہر اُمت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت

وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ ۱۴ کرو اور شیطان سے بچو۔

تمام دنیا کی غیر مسلم اقوام آجاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اپنے مجموعات میں ان آیات کی تفسیر و تشریح میں علمی۔ عقلی اور مستند نقلی دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ اسلام ایسا معتدل اور متوازن نظامِ حیات پیش کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالٰے نے خود تجویز کر کے عنایت کیا ہے۔ اب اس بات اور ہمت کی ضرورت ہے۔ کہ اس کو تمام غلط ضابطوں اور باطل نظریوں پر غالب کر دیا جائے۔ جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں خدائی نظام کے قائم و رائج کئے بغیر مطلقاً دنیا میں امن وسلامتی وجود نہیں پا سکتی ؎

تا تہہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب دیں سودائے خام

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک ناپسند کریں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔	جو لوگ ہمارے کاروبار میں مشقت برداشت کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے راستے بتلاتے ہیں بے شک

اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم میرے دین کے قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرو گے۔ تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ مسلمانوں کی طاقت کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔

دُنیا میں کوئی سوال لاینحل نہیں ——— بشرطیکہ کسی قوم اور حکومت میں اسے حل کرنے کا سچا عزم موجود ہو۔ ایک ایسا گروہ جو اپنے اصولوں کا محافظ و پاسبان ہوتا ہے۔ وہ ان کو قائم کرنے کے لئے سو راہیں ڈھونڈھ نکالتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اپنی دُنیا آپ بنانے کا ولولہ موجود ہو۔ اور خودی اتنی زندہ ہو کہ دوسروں کے در پر اصول و افکار کی گداگری کی ذلّت گوارا نہ کر سکے۔ یہ اوصاف اگر کسی گروہ میں نہیں ہیں۔ تو اس کے لئے اس آسمان کے نیچے حقیقی آزادی نہ پہلے کبھی ہوئی۔ نہ آئندہ کبھی ہوگی ؎ ط ۱۵۹/۸

تا کجا بے غیرتِ دیں زیستن
اے مسلماں مُردنست ایں زیستن

دلِ مُردہ، دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

مندرجہ ذیل علامہ اقبال کے اشعار کس قدر قیمتی ہیں ؎

شکوہ سنج سختی آئیں مشو — از حدودِ مصطفیٰؐ بیروں مشو
مے شود از وے دو عالم مستنیر — ہر کہ باشد سخت کوش و سخت گیر
مے کند از قوتِ خود آشکار — روزگار نو کہ باشد سازگار
بر کند بنیاد موجودات را — مے دہد ترکیب نو ذرات را
گردشِ ایام را برہم زند — چرخ نیلی فام را برہم زند

پھر فرمایا ؎

درجہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچوں مرداں جاں سپردن زندگیست
مثلِ حیواں خوردن آسودن چہ سود
گر بخود محکم نۂ بودن چہ سود
خویش را چوں از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی جہاں برہم زنی
چیست مُردن از خودی غافل شدن
تو چہ پنداری، فراقِ جان و تن،

ہماری دلی تمنا ہے کہ ہماری حکومت پاکستان (اتاہما اللہ واداہما) خاص طور سے اس کام کی سرپرستی اختیار کرے۔ یعنی وہ ہمہ تن اقامت دین، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک ادارہ ہو۔ وہ ساری دنیا کے لئے ایک روشنی کا مینار، ایک تعلیم کا مرکز، ایک نگرانی کی چوکی، اور ایک پولیس اسٹیشن بن جائے۔ حتیٰ کہ پوری دنیا ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے۔ اہلیان پاکستان کو یقین کر لینا چاہئے۔ کہ جدید سے جدید مسائل کا بہترین اور متوازی حل صرف اسلام ہی کے پاس ہے۔ اور دوسرے بہتر سے بہتر حل اپنے ساتھ بے شمار مفاسد رکھتے ہیں۔

علمائے اسلام

حضرات علمائے اسلام! آپ کی خدمات میں کیا عرض کیا جائے، اور کس طرح عرض کیا جائے؟ آپ حضرات کی ذمہ داریاں اور فرائض منصبی شدید تر، اور اس امت مسلمہ کے علماء ہونے کے اعتبار سے خصوصاً زیادہ اہم ہیں۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (القرآن)، وان العلماء ورثۃ الانبیاء (الحدیث) فَضْلُ الْعَالِمِ کَفَضْلِیْ علی

أَدْنٰى كُمْ - فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ

أَلْفِ عَابِدٍ (الحديث) وغیر ذلك من الفضائل -

حضرات علمائے کرام! مذکورہ بالا آیت قرآن اور احادیث کے مفاہیم ومصادیق میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس اُمتِ مسلمہ میں آپ کا مقام اور مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ اسی لئے آپ کی ذمہ داریاں بہت شدید اور منصب بہت اہم اور بلند ہے۔ آپ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اور عابدین پر آپ کو فضیلت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ یہ شہادت دے رہے ہیں۔ کہ میرے بندوں میں سب سے زیادہ مجھ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔ یہ خصوصیتیں اُمتِ مسلمہ میں سے علماء کے ساتھ مخصوص کی گئی ہیں، جو کسی دوسری جماعت کے بارے میں معلوم نہیں ہوتیں۔

ظاہر بات ہے کہ یہ مقام اور مرتبہ صرف اسلامی علوم و فنون پر مرتب نہیں ہے۔ جو کہ مدارس عربیہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان علوم وفنون کے متبحر عالم غیر مسلم بھی پائے گئے ہیں، بلکہ اب بھی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ان مقامات کا حصول، نفسِ علوم پر نہیں، بلکہ تعلیماتِ اسلام کے مطابق عمل کے ساتھ وابستہ

ہے۔ اگر عمل مطابق علم نہیں، تو وہ علم کمال نہیں۔

بہرحال انبیاء علیہم السلام کے وارث ہونے کا آپ کے حق میں فیصلہ اسی وجہ سے ہے۔ کہ آپ کو ان حضرات علیہم السلام کا اُسوۂ حسنہ اختیار کرنا ہے۔ اور انبیاء کرام کا خصوصی کام

"دعوت وتبلیغ"

تھا۔ یہ وہ کام ہے۔ جس کے لئے کتابیں نازل کی گئیں۔ اور انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔

آہ ـــــ! کہ آپ کی جماعت میں سے بھی ایسے حضرات پائے جا رہے ہیں جنہوں نے دیگر دنیاداروں کی طرح اپنے آپ کو دنیا کے کاروبار میں پھنسا دیا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس منصبی کام سے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک دُنیا میں اور آخرت کے اعتبار سے تمام کاموں سے اعلیٰ اور افضل کام تھا، اس سے محروم ہو رہے ہیں۔

بہ بیں از کہ بریدی وبہ کہ پیوستی ؎

غم دیں خور کہ غم غم دین است   ہمہ غم ہا فروتر از ین است

غم دنیا مخور کہ بیہودہ است   ہیچ کس در جہاں نیاسودہ است

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ الحدیث (متفق علیہ) درحقیقت گذر اوقات کے لئے لوگ دوسروں کا کام کر کے روزی حاصل

کرتے ہیں۔ کیا اگر تبلیغ اور اشاعتِ دین کا کام اسی نیت و ارادہ سے کیا جائے۔ کہ یہ خدا کا کام ہے اور اس کو خدا ہی کے لئے کرنا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کسی صورت سے آپ کی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست نہیں کرسکے گا ؎

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نو اُمیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

غمِ روزی مخور برہم مزن اوراقِ دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پُر کند پستانِ مادر را

بر توکل گر بود فیروزیت
حق دہد مانند مرغاں روزیت

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں کیوں ہے

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (قرآن) یَقُوْلُ اللّٰہُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (الحدیث) بے شک جو عالمِ دین اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل قرار دے کر اور اس پر اعتماد رکھ کر، اسی کا کام سمجھ کر اس کام کو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات زندگی کا کفیل اور ضامن ہو جائے گا۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ یہی وجہ ہے کہ

مجاہدین فی سبیل اللہ کی دیگر ضروریات کو اللہ تعالےٰ نے دوسرے لوگوں پر ڈال دیا ہے۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الآیہ) اور وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى (الآیہ) اشارۃ النص سے اس پر دال ہے۔

بلکہ خدا تعالےٰ نے تو یہاں تک دھمکی دی ہے کہ :-

مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ۔	جسے یہ خیال ہو کہ اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں (کسی تدبیر سے) اس کی مدد نہ کریگا اسے چاہئے کہ چھت میں ایک رسی لٹکائے۔ پھر اسے کاٹ دے۔ پھر دیکھے کہ اس کی تدبیر اس کے غصہ کو دور کرتی ہے۔

یعنے جسے یہ بدگمانی ہو کہ اللہ تعالےٰ مصیبت کے وقت کام نہیں آتا۔ تو وہ پھانسی لے کر مر جائے۔ پھر دیکھ لے کہ کیا اس تدبیر سے اس کے غصہ کی وجہ دور ہو سکتی ہے۔

اب اس فیصلہ کے بعد بتلایا جائے۔ کہ کون سا راستہ ہے، جہاں سے نکلا جا سکے، اور کون کا حیلہ یا عذر ہے جو پیش کیا جا سکے۔

فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (الحدیث)

ایک عالم فقیہ زیادہ بھاری ہے شیطان پر ایک ہزار عابد غیر فقیہ سے۔

فقیہ سے مراد سمجھدار عالم ہے۔ اور ایک سمجھدار عالم کو زیب نہیں دیتا، کہ دنیا کی راحت اور اس کی عیش و عشرت (جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مذمت کی ہے) اس کو طلب کرے یا اس کی تمنّا کرے۔ دنیا کے ساتھ مشغول ہونے سے تو عامۂ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ عالمِ دین کی شان اور پوزیشن تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند اور ممتاز ہے۔ کیونکہ ان کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے خصوصاً اس اُمت مسلمہ کے علماءِ دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ ان کی حیثیت اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا ہے:۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ
كَفَضْلِىْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ
تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّمَا يَخْشَى
اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

اور اسی نسبت سے علماء پر گرفت بھی ہے۔ فرمایا:۔

اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِ شِرَارُ العلما
وَاِنَّ خَيْرَ الخَيْرِ خِيَارُ العُلَمَاءِ
اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ
مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَالِمٌ
لَا یَنْتَفِعُ بِعِلْمِہٖ (الحدیث)
اِنَّ عُمَرَ بْنَ الخطابؓ قَالَ
لِکَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ
قَالَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِمَا
یَعْلَمُوْنَ، قَالَ فَمَا اَخْرَجَ
الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ۔
قَالَ الطَّمَعُ۔
عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ
زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ
اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ

اِلَّا مَرْسُوْمُہٗ مَسَاجِدُ ھُمْ
عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ
الْھُدٰی عُلَمَاءُ ھُمْ شَرٌّ مَنْ
تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِھِمْ
تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ۔
(الحدیث ص ۳۸)

یہ ارشادات باللفظ یا بالمعنی علمائے اُمت کے بارے میں ہیں۔ جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان حالات کے ہوتے ہوئے جو ان احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی عالمِ دین مستثنیٰ بھی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال آپ حضرات! اس دُنیا میں نبی عالم صلی اللہ وسلم کے وارث اور نائب ہیں۔ ضروری ہے کہ علمائے اُمت اپنی دنیاوی زندگی کو اپنے مورث و منیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے قریب اور مطابق کرنے کی سعی کریں۔ ظاہر ہے کہ وارث اور نائب وہی ہو سکتا ہے جس میں مورث و منیب کے اوصاف پائے جا رہے ہوں ؎ باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

واضح رہے کہ انبیاء علیہم کا بجز توکل علی اللہ کے کوئی پیشہ نہ تھا۔ اور کبھی کبھار اگر کسی نے کوئی کام کرلیا۔ تو وہ بطور پیشہ کے نہیں کیا۔ مثلاً ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ وارد ہے کہ حضور نے کبھی بکریاں چرائی ہیں۔ تو وہ بطور پیشہ کے نہیں خصوصاً اُمتِ محمدیہ کے لئے غنائم کا حلال ہونا اور تمام مالوں سے افضل ترین مال ہونا اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے کہ یہ اُمت دنیا کے دوسرے کاروبار میں مشغول نہ ہوسکے۔ واللہ اعلم

توکل کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنا خواہ بدون اسباب کے خواہ اسباب ظاہرہ کے ہوتے ہوئے۔ کیونکہ بدون اسباب کے بھی مطلوب کے مرتب کرنے پر وہ قادر ہیں۔ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قوی القلب کو اسباب ظنیہ کے ترک کی اجازت ہے۔ لیکن اسباب یقینیہ کا ترک مطلقاً اور ضعیف القلب کو اسباب ظنیہ کا بھی ترک ناجائز ہے۔ ملفوظات تھانویؒ

عالمِ دین کو اگر دنیا نہ بھی ملے، تب بھی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

زر و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی

فرمایا — اور میں تو کہتا ہوں کہ ہر شے میں ایک خاصیت ہے استغنا عن الدنیا کے اظہار میں چاہے دنیا طلبی ہی کی نیت سے ہو۔ یہ خاصیت ہے کہ دنیا دوڑ کر اس کی طرف آتی ہے۔ اور احتیاج الی الدنیا کی یہ خاصیت ہے کہ اس سے دنیا بھاگتی ہے (مولانا تھانوی)

بہرحال اگر دنیا کی راحت اور عیش و عشرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر و پسند کی چیز ہوتی۔ تو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حاصل نہ ہوتی۔

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَاِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ ضَعْ نَفْسَكَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَاكُلُ مُتَّكِئًا يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ۔

۲۔ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِي عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيْثٍ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ (البخاری ص۱۲۸) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔

۳۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ صلى الله عليه وسلم مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ۔

۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلم يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا

صفحہ ۴۵۲ باب التوکل۔ یہ تمام حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں۔

بہرحال ان منقولات سے اس بات کا پیش کرنا مقصود تھا کہ رب العزت نے اپنے محبوب ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں کس حالت میں رکھا۔ اور خود اس محبوب خدا نے کیسی زندگی میں رہنا پسند کیا۔ یہ عالم تدبیر کا ایسا معاملہ ہے جو گہری حکمت الٰہی پر مبنی ہے۔ ہمارا غور و فکر اس کا ادراک نہیں کر سکتا ہے

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند
تو زاہد گوشہ نشینی حافظا مخروش

حضرات علمائے کرام وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ، بطور تذکرہ یہ باتیں آپ کی خدمات میں پیش کی گئی ہیں، تنقید آ نہیں۔ یا انشاء وکلاء اٹا بیک کرنا مقصد نہیں۔ بلکہ اس کام میں جس کی فی الجملہ اس پمفلٹ میں تشریح کردی گئی ہے۔ اس میں شامل ہونے بلکہ اس کو اپنا اصلی کام قرار دینے کے لیے آپ کی خدمات میں سفارش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام علماء دین کو دینی کاموں کو اخلاص سے کرنے کی توفیق دے۔ اور ان کی مدد فرمائے۔ آمین ثم آمین

بندۂ حق وارثِ پیغمبراں — او نگنجد در جہانِ دیگراں
ذرۂ از گرد راہش آفتاب — شاہد آمد بر عروج او کتاب
اندکے گم شو بقرآن و خبر — باز اے ناداں بخویش اندر نگر
در جہاں آوارۂ بیچارۂ — وحدتے گم کردۂ صد پارۂ
رزقِ از حق جو مجو از زید و عمر — مستی از حق جو مجو از بنگ و خمر
اے تہی از ذوق و شوق سوز و درد — مے شناسی عصرِ ما با ما چہ کرد

عصرِ ما ما را ز ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ بیگانہ کرد

سپارہ ۹

مرتبہ مجموعات کی طبع و اشاعت

حضرات! سلسلہ دعوت و تبلیغ میں جو باتیں اہلِ دنیا کے سامنے پیش کرنی ہیں۔ ان سب کو مجموعات میں جمع اور مرتب کر دیا گیا ہے۔ اب ضروری اور اہم کام یہ باقی رہ گیا ہے۔ کہ ان مجموعات کو دنیا کی مروّجہ زبانوں میں طبع کرا کر قوموں کے بڑے لوگوں کے پاس پہنچایا جائے۔

اس وقت اسلام کی اشاعت بذریعہ لٹریچر بڑا ضروری اور اہم کام ہے۔ اور اسلام زیادہ تر مابعد کے قرون میں اسی ذریعہ سے پھیلتا چلا آرہا ہے۔ یعنے اسلامی فتوحات کا سلسلہ جب سے رُکا ہے۔ لٹریچر کے ذریعہ سے اسلام ترقی کر رہا ہے۔ اسی کے مطالعہ سے غیر مسلم اسلام قبول کرتے آرہے ہیں۔

افسوس کہ موجودہ ممالک اسلامیہ کے ذمہ داران عمائدین نے اب تک اس کام کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دی۔ بلکہ حیرت و عبرت کی بات ہے کہ ان کے ممالک میں غیر اسلامی لٹریچر کھلی آزادی سے شائع ہو رہے ہیں۔ اور یوماً فیوماً فروغ حاصل کر رہے ہیں۔ مزید براں یہ کہ غیر مسلم مشنریاں مختلف کارسازیوں سے مسلمانوں کو

اسلام جیسے دینِ فطرت سے مرتد کر رہی ہیں۔ وہ دینِ فطرت جس کی آفتاب و مہتاب کو بھی ضرورت ہے۔ انسانی فطرت کو ضرورت ہے۔ سمندر اور پہاڑوں کو ضرورت ہے۔ وہ اسلام ہے۔ اسلام کی اشاعت و دعوت کے متعلق اب تک بہت کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ مزید اس پر زور دینے کی ضرورت نہیں ؎

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

گذارشِ ناگزیر

سلاطین اسلام و اُمرآءِ ممالک اسلامیہ، خصوصاً عظمائے مملکت پاکستان (ایدہا اللہ بتائید القوتہ) اور تمام ممالک اسلامیہ کے صوبائی حکومتوں کے عمائدین، اور تمام مذکورہ حکومتوں کے ادارات سے ضروری گذارش ہے۔ کہ ان مجموعات مرتبہ کو جن کی فہرستیں دوسرے پمفلٹ کے آخر میں ملحق ہیں، ان سب کو مختلف مروجہ زبانوں میں موجودہ معیار کے مطابق پسندیدہ تشکیل کے ساتھ طبع کرا کر اقالیم ربع مسکوں میں شائع فرمایا جائے۔

آپ حضرات کو اس لئے مخاطب کیا گیا ہے۔ کہ بیرونی دنیا

ہیں وہی لٹریچر وقعت، قدر اور مقبولیت کی نظر سے دیکھا، پڑھا اور جانچا جاتا ہے، جو کسی حکومت یا مستند سوسائٹی کی طرف سے پیش کیا گیا ہو۔ لہٰذا گذارش ہے۔ کہ مذکورہ بالا جماعتوں سے ہر ایک جماعت اس کام کو حسب استطاعت خود اپنے ذمہ لے۔

حضرات! عالمگیر پروپیگنڈا کے لئے عالمی اسکیم کی ضرورت ہے۔ اس عظیم الشان دعوتی اور تبلیغی کام کے لئے جس قدر بھی زیادہ جماعتیں شریک ہوں کم ہیں، اور جس قدر سرمایہ فراہم ہو تھوڑا ہے۔ لیکن فی الحال جس طرح بھی ہو سکے یہ کام شروع ہو جانا چاہیئے۔ اگرچہ چھوٹے پیمانے پر ہی ہو۔ پھر بتدریج ترقی پذیر ہوتا جائے گا۔

حضرات! وقت بہت تیزی سے گذر رہا ہے۔ اور زندگی گھڑی کی چابی کی طرح ختم ہو رہی ہے۔ کیا عجیب کہ اللہ تعالےٰ کے دین کا پرچم آپ ہی میں سے کسی جماعت کے مبارک ہاتھوں سے لہرایا جائے۔ اور اس پوری انسانیت تک جو مشکلات میں پڑ کر جاں بلب ہو رہی ہے۔ آپ ہی میں سے بعض کے ہاتھوں یہ آبحیات پہنچایا جانا مقدر ہو چکا ہے۔ باقی ہم سے جو ہو سکتا ہے، اس کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے کر رہے ہیں۔ لیکن اس لٹریچر

صفحہ ۱۲۳
۸

کی طباعت واشاعت کا کام اس وقت ہماری وسعت سے باہر ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ وہ ہر شخص کو اس کی ہمت اور وسعت کے مطابق ہی آزماتا ہے۔ کام بھی تقسیم عمل سے ہی ہوتا ہے ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
در دلِ او میل آں انداختند

لہٰذا برادرانِ اسلام کی خدمات میں باادب گذارش ہے کہ سب سے پہلے اس کام کی ذمہ داری کو جیسا کہ مناسب بھی یہی تھا، اسلامی دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے سامنے پورے طور پر پیش کر دیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے۔ کہ اسلامی دنیا کے باقی مسلمان اس فریضہ سے سبکدوش رہیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بارشاد باری عزاسمہٗ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ـــ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ـــ اور وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ـــ اور بفرمان نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (الحدیث) یہ فریضۂ تبلیغ و دعوت امتِ مسلمہ کے ہر فرد پر حسبِ استطاعت عائد ہو رہا ہے۔

پس آپ حضرات دوسروں کا انتظار نہ کریں۔ آپ کے لیئے انتظار درست نہیں۔ آپ ہر ایک انتظار سے بے نیاز و مستغنی ہوکر ابھی سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ بڑوں کو اس لیئے پکارا گیا ہے۔ کہ کل یہ نہ کہہ سکیں۔ کہ ہمیں کہا نہیں گیا تھا۔ کہ اس کام کو ہم کریں۔ اس لیئے سب سے پہلے ہم نے ان حضرات کے سامنے ان کے فرائض منصبی کو پیش کر دیا ہے۔

ورنہ اسلام کی دعوت و تبلیغ حکومت اور سرمایہ پر موقوف نہیں۔ جیسا کہ اسلام کے ابتدائی واقعات بتلا رہے ہیں۔ بلکہ اس کے متعلق نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے۔ کہ اِنَّ الدِّین بدأ غریبًا وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء (الحدیث)

باقی سب حضرات کو ایک اور اہم بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ باتیں آپ کے سامنے اس لیئے پیش کی جا رہی ہیں۔ کہ ہر شخص کا اعمال نامہ احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہو گا۔ بے شک ایسے بانصیب بھی پیش ہوں گے۔ جن کے اعمال کو زیادہ پرکھا نہیں جائے گا۔ مگر اس زمرہ میں داخل کرنا اللہ کریم کی مرضی پر موقوف ہے۔

بہرحال یہ ممکن ہے کہ کسی صورت سے یہ مجموعات وہاں

پیش ہوں۔ اور جن سے ان کے متعلق کوئی اپیل کی گئی ہو۔ ان سے جواب طلبی شروع ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بخشنے کے لئے تو بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ عذاب کے لئے نہیں سے

رحمت حق بہانہ مے جوید رحمت حق بہانہ سے جو ید

لیکن ایسی سب امید افزا باتوں کے باوجود اس یوم امید و بیم سے ڈرایا گیا ہے۔ اللہ کریم ہر ایک مسلمان کو اس دن کی سختی سے بچائے۔

بہر حال آپ حضرات کو بھی جن کی نظر سے یہ پمفلٹ گذرے۔ اس کام میں شامل ہونے کی سعی کرنی چاہئے۔ اور مطلع کیا جائے۔ کہ آپ اس کام میں کس قسم کی شمولیت اختیار کر سکتے اور کیا امداد دے سکتے ہیں۔ یا کیا مشورہ دیتے ہیں؟

نہایت مناسب ہے کہ کم از کم یہ مجوزات طبع ہو کر جس قدر بھی شائع ہو سکیں کر دیئے جائیں۔ پھر لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

تو مگو ما را بداں شاہ بار نیست
باکریماں کارہا دشوار نیست

مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسلامی تبلیغ و دعوت کی جدوجہد کو ہر ایک فردِ امتِ مسلم پر عائد کیا ہے۔ اگرچہ وہ کسی بھی حالت میں ہو۔

اور اس کام کے لئے نہ زیادہ مادی طاقت کی ضرورت ہے اور نہ زیادہ سرمایہ کی۔ اور اس کی تبلیغ کے سامنے کوئی ایسی رکاوٹ بھی نہیں ہو سکتی جو تبلیغ سے مانع ہو جائے۔ اسلام کو ہر ایک زمانہ میں اس کے حالات کے مطابق پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے جس سامان اور طاقت کی ضرورت ہے۔ وہ صرف ایمان باللہ ہے۔ اور یہ چیز الحمد للہ کہ ہر ایک مسلمان اپنے میں رکھتا ہے۔ البتہ اس میں یقین و اعتماد کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ دیا ہوا ہے کہ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

بہرحال بیرونی رکاوٹوں کے دور کرنے میں مدد کرنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ بیرونی رکاوٹوں کو بہانہ نہ بنائیں۔ بلکہ اپنے دل کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی سعی کریں۔ پھر دیکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو کس طور بہترین فتح مندی اور کامیابی سے خوش نصیب فرماتے ہیں۔

بشارت ربّانی

آخرت میں جنت اور دنیا میں نصرت و فتح کے لیے

ربّانی فیصلہ

تبلیغ اور دعوت دین کے لئے نفس کو تکلیف دینا اور اس سلسلہ میں مال خرچ کرنا یہ ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور مومنین مجاہدین کو جو بشارت اللہ تعالےٰ نے دی ہے اور اجر و انعام ان کے لئے مقرر ہے۔ اس کو ذیل کی آیات میں بیان فرمایا ہے :-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں۔ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پ ۲۸)

وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا، اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہیں گے باغوں میں، یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد ہے، اور جلدی فتح، اور ایمان والوں کو خوش خبری دیدے۔

ان آیات میں مسلمانوں کا نصب العین، ایمان باللہ، اور ان کا مسلک، جہاد فی سبیل اللہ بیان کیا گیا ہے۔ ان تمام باتوں کو ہم نے مختلف عنوانات میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں ان آیات کی تشریح پیش نہیں کی گئی۔ آیات کے مطالب میں ادنیٰ غور کرنے سے ہی آپ پر مجاہدین فی سبیل اللہ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اجر واضح ہو جائیں گے ۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

"جہاد ۔ انقلاب"

بندۂ حق وارثِ پیغمبراں ۔ او نہ گنجد در جہانِ دیگراں

ذرہ از گردِ راہش آفتاب ۔ شاہد آمد بہ عروجِ او کتاب

لرزد از اندیشۂ آں پختہ کار ۔ حادثات اندر بطون روزگار

فلسفی ایں رمز کم فہمیدہ است ۔ فکرِ او بر آب و گل پیچیدہ است

قرآن کا مقصد عالم گیر انقلاب پیدا کرنا تھا۔ اور آج بھی قرآن کے ماننے والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنا نصب العین عالمگیر انقلاب کو بنائیں۔ اور قرآن کے اس عالم اور ہمہ گیر نظریہ کو نصب العین قرار دیں۔ اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے [illegible] جدوجہد کریں۔ اگر ساری دنیا بھی ان کی مخالف ہو جائے۔ تو بھی پرواہ نہ کریں۔ بلکہ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہیں۔ مسلمان اب بھی یقیناً کامیاب ہونگے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے اور اس کے فیصلے اٹل ہیں۔

حضرات! یہ کام بظاہر ایک بہت بڑا کام ہے۔ لیکن یہ کام انسانوں ہی کے کرنے کا ہے۔ اور ان انسانوں سے ہی اس کا مطالبہ ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا کے مطابق یہ ایسا

کام نہیں جو نہ کر سکتے ہوں۔ البتہ اس کے لئے ہمّتِ عالی اور یقین محکم اور عقیدہ پختہ و قلب آہنی کی ضرورت ہے۔ پھر اس یقین و عقیدہ کو عملی دُنیا میں قائم کرنے کے لئے قدم اُٹھایا جائے۔ اور جو رکاوٹ اس کے راستہ میں پیش آئے، اس کے ہٹانے اور دُور کرنے کی تدبیر و تدریج کی جائے ؎

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود   مرد باید کہ ہراساں نہ شود

یہ حقیقت ہے کہ عقل مند اور مدبّر انسان کو جب اس بات کا یقین ہو جاتا ہے۔ کہ موجودہ حالات سے آیندہ بہتر حالات حاصل ہونے والے ہیں۔ تو وہ موجودہ حالات سے دست بردار ہو کر آیندہ کیلئے مضبوطی سے جدوجہد کرتا ہے اور بڑھتا ہے۔

کلامِ الٰہی اور تاریخی شواہد کی روشنی میں آیت مذکورہ بالا پر غور کیجئے پہلی بات تو یہ ہے کہ تکلیف دینے والا انسان نہیں بلکہ یہ اندازہ اور تکلیف دونوں اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس لئے کہ اوّل تو خود انسان کو اس کی مرضی پر چھوڑنا زوال کا موجب ہوتا ہے۔ اور پھر انسان کی قدرت اور اس کی قوّت برداشت کا اندازہ اللہ تعالےٰ سے بہتر کون کر سکتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے جو تکالیف مقرر کی ہے۔ وہ اگرچہ پست ہمّت، راحت طلب اور بزدل انسانوں کو

گراں بار محسوس ہو۔ مگر وہ الاّ وسعہا کے عین مطابق ہے ۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

انسانی قدرت کیا ہے؟ وہ کس حد تک تکلیف اُٹھا سکتا ہے؟ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ انسان کی قدرت کا اندازہ انبیاء علیہم السلام، شہدائے کرام، فاتحینِ عالم، سائنس دانوں، موجدوں، اور دیگر اولوالعزم افراد کی زندگیوں سے کیجئے۔ انسان یکہ و تنہا لاکھوں سے ٹکراتا ہے۔ پہاڑوں کو کاٹتا ہے۔ سمندروں کے سینے چیرتا ہے۔ جنگلوں کو چھانتا ہے۔ حق کی خاطر گردن کٹواتا ہے۔ بچوں کو قربان کر دیتا ہے۔ گھر بار کو لات مار دیتا ہے۔ مگر اس کی گردن کسی فرعون اور کسی قیصر اور کسریٰ کے سامنے نہیں جھکتی۔ یہ انسان ہے جیسے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا کہتے وقت سامنے رکھتا ہے۔ اور جسے ہمارے اسلاف نے آغاز کے مظالم سہتے ہوئے سامنے رکھا تھا۔

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

قرآنِ حکیم کے اوراق۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالات

اور خود سید عالم محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نام لیواؤں کی مبارک زندگیاں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی زندہ تفسیریں ہیں۔ مگر کم دیتے ہیں یا وہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر ؎

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے ۔ مومن کا مقام ہر کہیں ہے
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۔ وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج ۔ یہ سب باقی ہیں، تو باقی نہیں

بہرحال آپ کو نفس کی قدرت کا اندازہ ہو گیا ہوگا، اور اسی وسعت کے مطابق اس سے سلوک بھی ہوتا ہے۔ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ — جنّت — اور — فراخی — کے لئے بھی مشقّت کے برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ انسان وسعتِ بشری کے مطابق اللہ تعالےٰ کی طرف سے آزمائشوں میں پورا اترے۔

بہرحال، جس مسلمان کہلانے والے نے دینِ حق اور اطاعتِ الٰہی کو رسماً نہیں، بلکہ سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اس کو یہ بات مان لینی چاہیئے۔ کہ اس کو آزمائشوں سے گذرنا پڑے گا۔ اس کا صرف احتمال ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالےٰ نے تو ان نقصانات ہی کو نشانِ راہ بتلایا ہے ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

یہ اس لئے کہ:۔

۲۴/۹ در رہِ منزلِ لیلےٰ خطرہا ست بجاں
شرطِ اوّل قدم آں است کہ مجنوں باشی

ظاہر ہے کہ دُنیا میں عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنیوالے قربانی پیش کرنے والوں کے درجات حاصل نہیں کر سکتے ۔

یہ مرتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا   ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

بات طویل ہو گئی، بیان یہ کرنا تھا کہ کسی نصب العین اور مسلک کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے دو اہم باتوں کی ضرورت ہے

۱۔ ارتفاعِ مانع ۔ یعنے ہر وہ چیز جو اس نصب العین اور مسلک کے قائم کرنے کے درمیان رکاوٹ ہو، اس کو راستہ سے ہٹایا جائے۔

۲۔ وجودِ علت ۔ یعنے ہر وہ چیز جو نصب العین اور مسلک کے جاری کرنے اور تکمیل کیلئے ممد و معاون ہو اس کو اختیار کیا جائے۔

اس وقت جو اسلامی حکومتوں میں جو برسر اقتدار، اور اہل حل و
عقد کی جماعتیں ہیں۔ اور جو لوگ وزارتوں اور سفارتوں کے عہدوں
پر متمکن ہیں، اور ممالک اسلامیہ کی طرف سے نمایندگی پر مقرر کئے
جاتے ہیں۔ ان میں کے اکثر افراد غیر اسلامی ذہنیت رکھنے والے ہیں
یہ لوگ اسلامی اصولوں اور قوانین اسلام سے ناواقف ہیں۔ اور
اسلام کی عالم گیریت اور وسعت پذیری، اور اس کی بلندئ
فکر و نظر سے بے خبر ہیں۔ یہ ان کا اپنا قصور نہیں ہے۔ بلکہ ان کی تربیت
اور تعلیم ہی ایسے ماحول سے ہوئی ہے کہ ---- جہاں اسلام جیسے
عالمی مذہب کو بہت بڑی شکل و صورت میں پیش کیا گیا۔ اور
اس کو ترقی کا مخالف بتلایا ---- اور اس میں تحریف اور مسخ کرکے
ان کے سامنے پیش کیا گیا ----

پس یہ لوگ اسلام کی اصل صورت و شکل، اور اس کے آئین
و اصول سے نابلد ہیں۔ اور اس وقت کی اسلامی حکومتوں اور قومی
اداروں میں، عموماً اسی ذہنیت کے حضرات برسر اقتدار ہیں۔ پس
موجودہ وقت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ یہ حضرات ممالک اسلامیہ
اور اسلامی حکومتوں میں اسلامی مسلکوں اور نصب العینوں و دیگر
اسلامیات کے مابین رکاوٹیں نہ بنیں۔ بلکہ اسلام کے حق میں خود بخود

مستعفی ہو جائیں۔ یا ایسے محکمات میں منتقل ہو جائیں۔ جو اسلامیات سے ٹکراتے نہ ہوں۔ پھر ان کی جگہ ایسے اصحاب کو مقرر کیا جائے۔ جو اسلامی اصول و آئین سے واقف ہوں۔ اور ان کی ذہنیت بھی اسلامی ہو۔

مقصد جہاد فی سبیل اللہ

مجاہد کا مقصدِ حیات اعلائے کلمۃ الحق ہے، تسخیرِ ممالک نہیں کلمۃ الحق سے مراد یہاں وہ بات ہے جس سے انسانیت کا بھلا ہو

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مسلمان مجاہد کی شان

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
تابعِ حق دیدنش نادیدنش — خوردنش نوشیدنش خوابیدنش
در رضائش مرضیِ حق گم شود — ایں سخن کے باور مردم شود
عبدہٗ دیگر عبدہٗ چیزے دگر — ما سراپا انتظار او منتظر
خیمہ در میدانِ الا اللہ زدست — در جہاں شاہد علی الناس آمدست

شاہد حالش نبی انس و جاں — شاہدے صادق ترینِ شاہداں

جنگ شاہانِ جہاں غارت گری است

جنگ مومن سنتِ پیغمبری است

در دلِ مومن مقام مصطفٰے است — آبروئے ما ز نامِ مصطفٰے است

ہستی مسلم تجلی گاہِ او — طورہا بالد ز گردِ راہِ او

وسعتِ ایام جولاں گاہِ او — آسماں موجے ز گردِ راہِ او

پنجۂ او پنجۂ حق مے شود — ماہ از انگشت او شق میشود

در خصوصاتِ جہاں گردد حکم — تابعِ فرمانِ او دارا و جم

مسلم مجاہد سے خطاب

قال را بگذار و بابِ حال زن — نورِ حق بر ظلمتِ اعمال زن

قربِ حق از ہر عمل مقصود دار — تاز تو گردد جلالش آشکار

صلح شر گردد چو مقصود است غیر — گر خدا باشد غرض جنگ است خیر

گر نہ گردد حق ز تیغ ما بلند — جنگ باشد قوم را نا ارجمند

تیغ بہرِ غیرتِ دیں است بس — مقصد او حفظِ آئین است بس

ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید

تیغ او در سینۂ او آرمید

ذاتِ ما آئینہ ذاتِ حق است　　ہستی مُسلم ز آیاتِ حق است

مال را گر بہرِ دیں باشی حمول
نعم مال صالح خواند آں رسول

گر نہ داری اندریں حکمت نظر　　تو غلام و خواجہ تو سیم و زر

از تہی دستاں کشادِ امتاں
از چنیں منعم فسادِ امتاں

اوپر کے چند اشعار علامہ اقبال مرحوم کے متفرق مقامات سے اخذ کر کے ترغیباً آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ آپ اس کام کے لئے آمادہ ہوں۔ اور نیز معلوم ہو جائے کہ علامہ مرحوم کے دل میں اس کام کی کس قدر تڑپ اور بے چینی تھی "ایں کار دولت است بہ بیں تا کرا دہند"

معلوم ہو کہ ان مجموعات مرتبہ کی فہرستیں شائع کی جا چکی ہیں۔ جن کو طبع اور شائع کرنے کے لئے آپ سے اپیل کی گئی ہے امید ہے کہ غور و فکر فرما کر اس خدائی اور اسلامی تبلیغی کام میں شامل ہونے کے لئے امید افزا پیغامات سے مشرف فرمایا جائیگا۔



فہرست تمہید الترغیب

۱	تمہید التمہید	۲
۲	میں نے یہ کام کس لئے شروع کیا	۲
۳	مسلمانوں کی حیرت انگیز غلط فہمی	۶
۴	ایک شبہ کا ازالہ	۱۱
۵	آیندہ مجموعات کے بعض عنوانات	۱۲
۶	شکریہ بشکلِ دُعا	۱۷
۷	اُمتِ مسلمہ کا اہم فریضہ	۲۰
۸	خداوند تعالیٰ اور رسول اللہ کے سبق کی فراموشی	۲۲
۹	کسی نظام کے کامیاب ہونے کا پہلا قدم دعوت و تبلیغ ہے	
۱۰	دعوت و تبلیغ	
۱۱	مسلمانوں کا مشن مقدس	
۱۲	اسلامی دُنیا کو خطاب	۲۸
۱۳	مشیتِ الٰہی کا ظہور	۲۹
۱۴	اسلام کی تعلیمات نے غیر مسلموں کے ذہن بدل ڈالے	۳۰
۱۵	عالمی امن کی بنیاد	۳۲
۱۶	ایک خدا ایک نسل	
۱۷	ہماری طاقت	۳۳
۱۸	ہماری پستی کا اصلی سبب	
۱۹	فاران کی چوٹی سے ندائے حق	۳۸

۲۰	اس پمفلٹ کے پیش کرنے کی غرض	۳۹
۲۱	تنبیہ	۴۲
۲۲	ساری دنیا کا ایک ہی دین	۴۴
۲۳	سلاطین و امرا ممالک اسلامیہ سے اسلامی مطالبہ	۴۹
۲۴	اہلِ کتاب کے ساتھ مصالحت کی راہ	۵۲
۲۵	دنیا میں کوئی سوال لاینحل نہیں	۵۵
۲۶	علمائے اسلام	۵۷
۲۷	دعوت و تبلیغ	۵۹
۲۸	مرتبہ مجموعات کی طبع و اشاعت	۶۹
۲۹	گذارشِ ناگزیر	۷۰
۳۰	بشارت ربانی - آخرت میں جنت اور دنیا میں نصرت و فتح	۷۴
۳۱	ربانی فیصلہ	
۳۲	جہادِ انقلاب	۷۸
۳۳	مقصد جہاد فی سبیل اللہ	۸۰
۳۴	مسلمان مجاہد کی شان	
۳۵	مسلم مجاہد سے خطاب	۸۵

پتہ و خط و کتابت وغیرہ :- ابو احمد عبداللہ
لودھانوی مہتمم و مفتی دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ
مغربی پاکستان

مقبول عام پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں باہتمام حاجی برکت علی مہتمم چھپی

سلسلہ اشاعت و تبلیغ نمبر ۱۳

انقلاب انگیز مکتوب

حصہ دوم

مرتبہ

ابو احمد عبداللہ لودھانوی گوجرانوالہ

شائع کنندہ

عبدالواسع ناظم شعبہ اشاعت و تبلیغ دار العلوم نعمانیہ گوجرانوالہ